

۱۵۹

من قنونی المادہ کو عام نام لکھو کہ معنی التذکرہ ہے کہ وہ التذکرہ سے اس کی تیسری اور چوتھی اور پانچویں اور ششم اور ہفتم اور اسی نام سے مشہور ہے

کتاب لاجواب موسوم بہ

# فصل ان خطا

جسکا تاریخی نام التذکرہ اور دوسرا تاریخی نام اطاعت امیر کی بابت قرآن مجید کا مکمل فیصلہ ہے

مصنف

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

اس کتاب کو

محمد ایوب خان فیض کتبہ عمرتے نجیب آباد (یو۔ پی) سے شائع کیا

اور

پرنٹنگ اور پبلشنگ ہاؤس، پرنسٹن، پنسلوانیا

دردنشاہی



# فہرست مضامین فصل الخطاب

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱	دیباچہ	۱
۲	تمہید	۵
۳	اتباع ہدایت	۶
۴	ہدایت کے اتباع اور انکار کی تفصیل	۹
۵	مذہب	۱۵
۶	استحقاق تقنین	۱۶
۷	کتاب اللہ (قرآن مجید)	۲۰
۸	رسول اللہ	۲۲
۹	اللہ و رسول کی اطاعت	۲۷
۱۰	ایمان باللہ	۳۳
۱۱	کسی قسم کی فرما برداری غیر خدا کے لیے نہیں	۳۷
۱۲	ایمان بالیوم الآخر	۴۳
۱۳	مومن اور دنیا پرست میں فرق	۴۹
۱۴	مسلم نماز دنیا پرستوں کے کارنامے	۵۴
۱۵	اطاعت امیر	۶۵
۱۶	سُرُّ دُورًا إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ	۷۰
۱۷	الہی اور غیر الہی سلطنت کا فرق	۷۲
۱۸	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۹۱
۱۹	صدیقی و فاروقی عہد خلافت	۹۳
۲۰	اسلامی نصب العین اور ایک عظیم الشان فریب	
۲۱	الہی حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے	

# دیباچہ

135901

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قِيمًا لِّيُبَيِّنَ رُبَّاسًا شَدِيدًا  
مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا مَّا كَثُرَتْ فِيهِ  
أَبْدَانُهُمْ وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ه فَالْهُمُّ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِإِنبَاءِهِمْ ط  
كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ط إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ه رُكُوعًا  
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ  
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ه (الاحزاب: ركوع ٤)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مَسِيْدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِمَّا بَعْدُ

کئی سو سال سے روئے زمین کے بڑے بڑے فلاسفروں حکیموں اور عالموں کے  
درمیان یہ مسئلہ زیر بحث چلا آتا ہے، اور اس پر یورپی مفکرین نے بہت سی کتابیں  
بھی لکھ ڈالی ہیں کہ نسل انسانی کو اس رنج مسکون پر آباد رہنے کے لیے کونسا بہترین  
اسلوب اختیار کرنا چاہیے۔ معاشرت و اخلاق و تمدن کے ایک بہترین قابل عمل  
نظام اور اس کے زیر عمل لانے کی ضرورت تو سب کو بلا اختلاف تسلیم ہے لیکن وہ  
نظام کہاں ہے؟ کونسا ہے؟ کسے بنایا ہے؟ کس کو بنانا چاہیے؟ کس طرح بنانا چاہیے؟  
بنایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ نہیں بنایا جاسکتا تو کیوں؟ بنایا جاسکتا ہے تو اب تک  
نہیں بنا؟ وغیرہ سوالات کے متعلق بحث و نظر اور غور و فکر کا سلسلہ برابر جاری ہے  
اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ نسل انسانی جو بطبع  
اور فطرت ایک قانون اور نظام سلطنت کے ماتحت امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرنا

چاہتی ہے اسکے نظام سلطنت کا مسئلہ آجتک زیر بحث ہے اور یورپ کے دقیقہ سنج نگار کستانی سے عاجز رہے ہیں۔

مفکرین یورپ اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہو کر موشگافیاں دکھائیوا لومیں متقدم نہیں ہیں، اُن سے سیکڑوں سال پہلے امام المورخین ابن خلدون مغربی اسی موضوع پر بہت کچھ آزادانہ لکھ گئے ہیں اور مقدمہ ابن خلدون ہی نے یورپی مفکرین کو اس طرف متوجہ ہونے کا موقع بہم پہنچایا ہے لیکن کیا یہ مسئلہ اتنی ہی تھوڑی اور محدود عمر رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں! جب سے اولادِ آدم دنیا میں موجود ہے اسی وقت سے یہ مسئلہ چھٹرا ہوا ہے کہ نسل انسانی کیلئے قانون اور نظام کون بنائے؟ یہی بحث ہے جو تبیین انبیاء اور طغیانی کے درمیان شروع سے چلی آئی ہے تبیین انبیاء کہتے ہیں کہ جس نظام یا جس قانون کی نسل انسانی کو ضرورت ہے اُس کو وہی اقتدارِ اعلیٰ بنا سکتا۔ بناتا اور عطا فرماتا۔ جو انسانوں کا خالق و مالک اور علیم و حکیم ہے اور جس کو خدائے واحد و لا شریک کہتے ہیں اور اُس کے عطا فرمودہ نظام کے ماتحت نسل انسانی کو اپنی تمام مطلوبہ سعادتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ طاغوتی اور شیطانی گروہ ہمیشہ اُس کے ماننے سے انکار اور نسل انسانی کو اپنے من گھڑت اور اذیت رساں نظامات کے ماتحت لانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ حق و باطل یا نور و ظلمت کی اس طویل معرکہ آرائی کی ایک مفصل روئداد میں اپنی کتاب موسومہ نظام سلطنت میں کئی سال ہوئے پیش کر چکا ہوں۔

مذکورہ بحث آجکل جس منزل پر پہنچی ہوئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ساری دنیا جمہوریت و ملکیت اور سرمایہ و محنت کی معرکہ آرائی میں مصروف ہے اور ہندوستانی اخبارات۔ ہندوستان کی سیاسی انجمنیں۔ ہندوستانی مفکرین۔ ہندوستانی مصنفین اور ہندوستانی لیڈر بھی اس معرکہ آرائی میں کم و بیش حصہ لے رہے یا کم از کم اسکا تماشا بغور دیکھ رہے ہیں مسلمان بھی جن کی اکثریت اپنے مذہب کی حقیقت سے نا آشنا ہندوستان کی آبادی کا ایک حصہ ہیں اور غیر ممکن ہے کہ وہ کسی ایک یا دو



ریق کا کوئی اثر قبول نہ کریں۔ لہذا ضرورت ہے کہ اس نازک زمانے میں اُنکے قدم کو  
 فلذرا راستے سے بچائے اور اُنھیں صراطِ مستقیم کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بتایا جائے کہ قرآن مجید  
 ہے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اس بحث کا کس طرح مکمل فیصلہ کر چکا ہے؟ قرآن مجید کا  
 فیصلہ کیا ہے؟ قرآن مجید کی روشنی میں مسلمان کس آسانی سے حقیقت آشنا بن سکتے ہیں اور  
 یا سی پی پی کیوں کے حل کر دینے کے لیے قرآن مجید سے کہی عظیم الشان بصیرت حاصل کی جاتی ہے  
 اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت کیلئے اور بھی زیادہ محسوس ہوئی کہ آجکل ہندوستان میں  
 بعض ایسی غیر اسلامی تحریکات نہایت چالاکانہ کے ساتھ خالص اسلامی تحریکات  
 کے رنگ میں جاری کی گئی ہیں جن کو دیکھ کر بڑے بڑے سمجھ دار لوگ بھی فریب  
 میں آسکتے ہیں۔ ان تحریکات کے چلائوالوں کی زندگی کا مذہبی پہلو سخت متبہ و منحروش  
 اور ان کی ریاکارانہ مسلم افکن کارروائیاں۔ دین اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے  
 پر آمادہ نظر آتی ہیں۔ اُنھوں نے نہایت چالاکانہ کے ساتھ زہریلی گولیوں پر سسکا کر چھپا کر  
 اور مسلمانوں کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر دین اسلام ہی کے مٹا ڈالنے کا سماں فراہم  
 کرنا چاہا ہے۔ پناہ بیع الاسلام۔ اثنا عشریہ۔ تاویل القرآن جیسی خطرناک اور پڑے  
 لکھے مسلمانوں کو گمراہ کر دینے والی کتابیں بھی جب بیکار ثابت ہوئیں اور اسلام کا کچھ  
 لکھ بگاڑ سکیں تو اب اسلام کی شہ رگ پر شہر رکھنے کے لیے عظیم الشان فریب کام میں  
 لایا اور جاہل مسلمانوں کو مذہبی مسئلہ کی حیثیت سے بتایا جا رہا ہے کہ اسلام اس بات  
 کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمانوں کا امیر یا ولی الامر مطلق اور مختار ناطق یا ڈکٹیٹر ہوتا ہے  
 اور وہ ایک ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو ارکان اسلام کا خود بھی پابند نہ ہو۔ اُس امیر  
 یا ولی الامر کے ہر حکم کو خدا کے حکم کی طرح قابلِ تنسیخ سمجھنا ضروری اور اُس کی اطاعت بلا قید  
 و شرط فرض ہے۔ اس قسم کے شہرکیہ و بدعیہ اعمال و عقائد سے اسلام کی بنیادوں کے  
 مستزلزل اور ہٹلر و سولینی کیلئے مسلمانوں میں راستہ صاف ہونے کا قوی احتمال ہے۔  
 اور دنیا میں حق کے پامال اور پستی مطلق العنانی کی حفاظت کرنے اور ہرزیا دلی دنارائی  
 کو حق بجانب دکھانے کے لیے یہی اُچھل موضوع ہر ایک باطل پرست کا ہمیشہ سے طرزِ

امتیاز رہا ہے اور اسلام اسی انسانیت سوز تعلیم کے مٹانے کے لیے آیا ہے۔ اس کو اسلام کے سر تھوپنا اور مسلمانوں کو اس کا عامل بنانے کی کوشش کرنا کس قدر عجیب اور کس قدر حیرت انگیز ہے۔

اس کتاب کے پُر غور مطالعہ سے نہ صرف یہ کہ مذکورہ فریب ہی پاش پاش ہو جائیگا بلکہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی روشنی آجائے گی جس میں وہ روح اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ اب تمام زندہ دل مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ وہ اس کتاب کو ہر مسلمان کے ہاتھوں تک پہنچانے اور اس کی اشاعت کے حلقہ کو وسیع کرنے کی کوشش کریں۔

میں نے یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لیے لکھی ہے جو قرآن مجید کو خدا کی کتاب اذکار و کمال ہدایت نامہ لکھتے کرتے ہیں جو شخص اسلام کے اصولی عقائد ہی کا قائل نہ ہو اسکو پہلے حجۃ الاسلام اور نظام سلطنت نام کی میزوں دونوں کتابیں بغور مطالعہ کرنی چاہئیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اکبر شاہ خان

نجیب آباد

۱۷ مئی ۱۹۳۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

## تمہید

انسان اگر اس خاکدان میں چوپایوں، پرندوں، کیڑے مکوڑوں اور درندوں کی طرح محض دنیوی زندگی بسر کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہوتا تو اس کو بھی جو اس ظاہری دوائے جسمانی کے ساتھ دوسرے حیوانات کی طرح ایک غیر متغیر و غیر مترقی عقل حیوانی کافی تھی جس سے اس کی دنیوی زندگی کی تمام ضروریات پوری ہو سکتی تھیں لیکن خدا تعالیٰ نے انسان کے لیے اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اخروی دائمی زندگی تجویز فرما کر اس دنیوی محدود زندگی کو مہلت عمل و اس دنیا کو دار العمل ٹھہرا کر اس دنیا میں شکی پیدائش کا پتہ غرض عبادت و فرما برداری قرار دی اور دوسری اخروی زندگی اور اس دوسرے جہانِ آخرت کو جزا و سزا کا مقام بنا کر انسان کی منزل مقصود اس جہانِ آبِ گل سے بہت دور آگے مقرر فرمائی اور دنیا میں اس کو باقی دنیوی مخلوق کا مخدوم اور سب سے زیادہ شریف و معزز قرار دیا۔

اسکے علم کو وسیع اور عقل کو مال اندیش و ترقی یاب بنانے کے لیے جو اس کے علاوہ دوسرے ذرائع معرفت یعنی وحی و الہام۔ ہدایت نامحبات الہیہ اور ہادیان برحق کی طرف سے نوازا اور ان اعلیٰ ترین سامانوں کی بخشش کے ساتھ ہی گمراہ کن جذبات اور سیدھے راستے سے جدا کر دینوالی طاقتیں بھی اسکے پیچھے لپٹا دیں تاکہ نفس و شیطان کے تقاضوں کو شکست دیکر اور اس امتحان میں کامیاب ہو کر پادشاہِ حقیقی کے حضور عالی مرتبہ و انعام یافتہ بن سکے اور رضائے الہی کے بلند و برتر مقام کا وارث ہو سکے اگر امتحان میں ناکامیاب اور نفسِ شیطان کا مغلوب ہو جائے تو اس غلط کاری و گمراہی کے نتیجے میں اس پست ذلیل و ادیت رساں مقام میں پہنچ کر سزا یاب ہو جس کا نام جہنم ہے۔

اس اجمال کی تفصیل حجرت الاسلام اور نظام سلطنت کے تحت اول میں موجود ہے اس جگہ تفصیل کا موقع ہے نہ دلائل بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

## اتباع ہدایت

نسل انسانی جب اس دنیا میں موجود ہوئی تو خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے اس کو

واقف و آگاہ بنایا کہ:

پس یاد رکھو کہ جب میری طرف سے تمہاریے پاس کوئی ہدایت آئے تو جو کوئی پیروی کرے گا تو ایسے لوگوں کے لیے کسی قسم کا خون اور ننگینی نہیں ہوگی۔

فَاِمَّا يَنْتَهِبْكُمْ مِّنْ عُدَايْتِهِمْ مِّنْ قَبْلِ  
هَذَا اَوْ ذَلِكُمْ يَكْتُمِبُ لَكُمْ اُولَٰئِكَ هُم  
يَكْفُرُوْنَ ۝ (البقرہ: رکوع ۴)

اس آیت سے پہلے یہ بتا دیا تھا کہ انسان اپنی فطری حالت اور طبعی استعدادوں کے اعتبار سے اگرچہ پاک اور نیک بینی کی قابل ہے لیکن اس کو گمراہ کرنے والی طاقتیں گمراہ بھی کر سکتی ہیں اور وہ معرض خطر میں ہے۔ اس آیت میں بتایا کہ وہ اگر ہدایت الہیہ یعنی انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایت کی اتباع و پیروی کرے تو گمراہ کن تہذیب کے خطر سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کے فرمایا کہ جسے ہدایت الہیہ کو قبول نہ کیا اور اس کی تعمیل کو ضروری سمجھا وہ چھٹی ہوگا۔ یعنی بتا دیا کہ یہ ہدایت الہیہ جس کی پیروی کرنے سے انسان لائق و آخوند و آبرو مند ہو سکتا ہے ہر شخص کو نہیں ملے گی بلکہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں یعنی رسولوں کے ذریعہ بھیجے گا۔ دوسری جگہ مذکورہ آیت کے مفہوم کو ان الفاظ میں فرمایا کہ:

يَا بَنِي اٰدَمَ اٰمَّا يَنْتَهِبْكُمْ مِّنْ قَبْلِ  
هَذَا اَوْ ذَلِكُمْ يَكْتُمِبُ لَكُمْ اُولَٰئِكَ  
يَكْفُرُوْنَ ۝ (البقرہ: رکوع ۴)

اسے نبی آدم جب کبھی ایسا ہو کہ میرے پیغمبر تم میں پیدا ہوں اور میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں تو جو کوئی تمہیں ہو کر برا کرے گا اور ہرگز نہ گناہ اور اپنے آپ کو سزا دے گا۔ اسے یاد رکھو کہ تم کوئی گناہ نہ ہوگا۔

ادھر کی سورہ بنی اسرائیل میں خدا تعالیٰ کا لفظ آیا تھا اور اس سے اگلی ہی آیت یہ



وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَرِهْنَا لَكُمْ أَضْغَانًا وَتَاتَىٰ أَيْتَانِ الْكَلْبِ فِي سُوْرَةِ  
اعراف کی اس آیت میں بھی آیات کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے اور یہ بتا دیا کہ اس آیت  
سے مراد وہ آیات الہیہ ہیں جو انسانوں کو پیغمبروں کے ذریعہ ملیں گی ۔

لغت عرب میں ہدایت کے معنی ہیں نہ مہربانی کے نہ اتنا ہی رہنا ہی کرنا جو اس سے  
یعنی منزل مقصود تک پہنچانے اور کامیابی کا حصول پر اسے نہ مہربانی کے ذریعے ہوں۔  
لیکن قرآن مجید میں جہاں کلام الہی اور پیغمبر کے ذریعہ نازل ہونے والی ہدایت کا ذکر  
ہے، اس سے مراد پیغمبروں کی وحی ہے اور اسی کا اصل ہدایت کا اس جگہ نکالا ہے  
نتیجے کے معنی ہیں نقش قدم پر چلنا اور حکم پر عمل کرنا پس معلوم ہوا کہ انسان اسی  
طرح اپنی سعادت اور فوز و فلاح کو پاسکتا اور مقصد یا بے کامران ہوسکتا ہے کہ وہ  
آیات الہی یعنی کتاب اللہ کے احکام کی تعمیل کرے وَالسَّلَامَةُ عَلٰی سَائِرِ الْاٰمَمِیْنَ  
اور اس پر سلامتی ہے جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے، ایک دوسری جگہ فرمایا۔

فَاٰمَنَّا بِمَا نُنزِّلُكَ مِنِّيْ هُدًى مِّنْ اٰتِنَا  
هُدًى اٰی فَلَا يَضِلُّ وَاَلَّا يَشُقُّ وَهِيَ  
اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ اٰتِيْكَ  
صُنُكًا وَنَحْنُ نَرٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اٰتِيْكَ  
(سورہ طہ - رکوع ۷)

پھر یہ کہ جو کہ جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت  
نہ تو کو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ کوئی  
ہوگا اور تمہارے اذیت ہوگا اور جو کوئی میرے ذکر سے  
مٹھے میرے گناہوں کے لیے تنگی کی زندگی ہوگی اور

یہاں خدا تعالیٰ نے خود ہی اپنی ہدایت کو ذکر فرمایا کہ میرے پاس کیا ہدایت  
قرآن مجید ہی کی اتباع کا حکم ہے اِنَّا نُنزِّلُكَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ كَرِهْتَ لِنُفِیْكَ  
رَاٰحِ رُكُوْعِ ۱) قرآن مجید کی نسبت فرمایا کہ ۔

وَاِنَّكَ لَهْدٰی وَاَرْحَمٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ  
(النمل - ۱۶)

اور وہ (قرآن) میری ہیبتاً مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت کے  
دوسری جگہ فرمایا ۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى  
وَالْفُرْقٰنِ ط (البقرہ - رکوع ۲۳)

قرآن جو انسان کے لیے ہدایت اور ہدایت کی روشنی  
دوہیں رکھتا ہے اور حق و باطل کو الگ الگ کر دینا ہے ۔



پس معلوم ہوا کہ انبیا کی نسبت کے لئے قابل اتباع چیز اور ایسی ہدایت جس کی پیروی کی جائے اور جو محفوظ و موجود ہے۔ قرآن مجید ہی ہے اور ہر انسان دعوت قرآنی کا مخاطب اور اس کی پیروی کا مکلف ہے۔

پھر ایک جگہ قرآن مجید ہی کی نسبت فرمایا:-

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مَبَارَكٌ وَأَتَّبِعُوا  
وَأْتَمُّوا لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ۝  
(الانعام - رکوع ۲۰)

یہ کتاب جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے۔  
تم کو چاہئے اس کی پیروی کرو اور احتیاط سے کام  
لو تاکہ تم پر رحم کیا جائے +

پھر فرمایا:-

هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ  
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (الاعراف رکوع ۲۲)

یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے روشن دلائل اور یقین  
رکھنے والوں کے لئے ہدایت رحمت ہے +

پھر فرمایا:-

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْقَوْلَ  
الَّذِي بَعَثْنَا مِنْ حُسْنِهِ، وَأُولَئِكَ الَّذِينَ  
هَدَى اللَّهُ، وَأُولَئِكَ هُمْ أُولَئِكَ  
دال الزمر - رکوع ۱۲

اے رسول ہمارے ان بندوں کو خوشخبری سنادو  
جو ہمارے کلام کو کان لگا کر سنتے اور اس کی ہدایت  
کی جو بہترین ہدایت ہے پیروی کرتے ہیں وہ لوگ ہیں  
جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقل سلیم رکھتے ہیں

میں نے صرف اس بات کے ثبوت میں کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ  
ہدایت کی پیروی کا حکم ملا ہے، اور اسی کی نازل فرمودہ ہدایت انسان کو فوز و فلاح  
سے بہکنار اور کامیاب بنا سکتی ہے، اور قرآن مجید کی چند آیتیں مع ترجمہ درج کر دی  
ہیں اور خود اپنی طرف سے کسی دانش فروشی اور حاشیہ آرائی کی مطلق ضرورت محسوس  
نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ ہر ایک وہ شخص جو قرآن مجید کو کتاب الہی یقین کرتا ہے  
مذکورہ حقیقت کے متعلق کسی شک شبہ میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیات  
نہایت واضح روشن اور براہین قاطعہ ہیں۔ اور اسی قسم کے سیکڑوں آیات قرآن مجید  
میں اور بھی ہیں۔ لیکن مذکورہ حقیقت کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی آیت قرآن مجید میں موجود



ہیں اور کیسے ہو سکتی تھی جب کہ قرآن مجید کا پچاسے گلے اعلان ہے کہ دَلُّوا كَانِ مِنْ  
عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوْ جِدَّ وَافِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝ (النساء رکوع ۱۱)

## ہدایت کے اتباع و انکار کی تفصیل

نسل انسانی جس کو خدایتعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلا حکم اتباع ہدایت کا ملا تھا ان کو  
شیطانی سے متاثر ہو ہو کر بار بار ہدایت الہیہ کی طرف سے اعراض کرتی اور اپنی گری  
ہوتی ذلیل خواہشوں اور غیر خدا ہستیوں کے اشاروں پر چلنے کے لیے آمادہ ہوتی اور اعوائے  
شیطانی کا شکار بنتی رہی :-

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پورے طور یعنی اعتقاد و عمل  
کی ساری باتوں میں مسلم ہو جاؤ اور شیطانی وسوسوں  
کی پیروی نہ کرو شیطان تو یقیناً تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ  
كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ  
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (البقرة - رکوع ۲۵)

پھر یہودیوں کی نسبت فرمایا :-

اور جب اللہ کی طرف سے ایک رسول آیا جو اس ہدایت الہیہ  
تصدیق کر نیوالا تھا جو ان کے پاس موجود تھی (یعنی توریت)  
تو ان اہل کتاب کے ایک گروہ نے کتاب الہی کو اس طرح  
پس پشت پھینک دیا کہ گویا وہ کسے جانتے ہی نہیں اور ان  
باتوں کی پیروی کی جو شیطان سلیمان علیہ السلام کی نبوت  
سلطنت نسو کے افتراء کے طور پر پڑھایا کرتے تھے۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ  
مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ  
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ  
وَدَأَوْا ظُهُورَهُمْ لَكُمُوعًا لَا يَبْعُونَ  
وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى  
مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۝ (البقرة - ۱۲)

پھر ایک جگہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق احکام بتا کر فرمایا۔

اور یہ ہی میرا سیدھا راستہ ہے اسی کی پیروی  
کرو اور دوستی کرو استو پیر نہ چلو کہ وہ تم کو خدا کے راستے  
سے الگ کر دینگے یہ وہ بات ہے جس کا خدا تمہارے  
تم کو بتا کر حکم دیتا ہے تاکہ تم پر سبزگار بن جاؤ!

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ  
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ  
عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّيْتُ بِهِ لَعَلَّكُمْ  
تَتَّقُونَ ۝ (الانعام - رکوع ۱۹)



پھر فرمایا :-

قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ مَا أَفْتَنُ يَهْدِي  
إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ  
يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِيَ مَا لَكُمْ  
كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ  
إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ  
شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝  
(یونس - رکوع ۱۲)

اے رسول کہہ دو کہ اللہ ہی حق کی طرف ہدایت کرتا ہے  
پھر وہ جو راہ حق دکھائے اس بات کا زیادہ حقدار ہے  
کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راہ نہیں پاتا  
جب تک اُسے راہ نہ دکھائی جائے تمہیں کیا ہو گیا ہے  
تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔ ان لوگوں میں زیادہ تر ایسے ہی  
لوگ ہیں جو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ حق  
کے مقابلے ظن کچھ کام نہیں دے سکتا یقیناً یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ

تعالیٰ اس کو جانتا ہے +

یہاں نہایت صاف طور پر اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ جو خود محتاج ہدایت ہو وہ  
اپنی باتیں میرا عن اخطا قرار دے کر دوسروں سے نہیں منوا سکتا اور ہدایت الہیہ کے  
مقابلے میں انسانی تجاویز سراسر بیچ و پوچ و ناکارہ ہیں لیکن دنیا میں اکثر لوگ ایسے  
ہوتے ہیں جو انسانوں کی تجویز کی ہوئی ظنی باتوں کی پیروی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور  
خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے حق یعنی کتاب اللہ کی پروا نہیں کرتے +  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا :-

قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا  
أُشْرِكَ بِهِ ۝ إِلَيْهِ أَدْعُوا ۝ وَإِلَيْهِ مَابِ  
وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا وَعَرَبِيًّا ۝ وَلَئِنْ  
اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ  
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وِثْقٍ وَلَا  
ذَاقِ ۝ (الرعد - رکوع ۱۵)

اے رسول کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی  
بندگی کروں اور کسی ہستی کو اس کا شریک بناؤں میں اللہ  
ہی کی طرف تمہیں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا رخ ہے اور اسی  
طرح مجھے اُس کو یعنی قرآن مجید کو ایک کھیلے فیصلے کی شکل میں اتارا  
اگر تو نے اس علم کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کی  
تو پھر اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی تیرا کارساز ہو گا نہ بچا نیوالا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی نئی نئی ہدایت کے مقابلے میں کسی دوسرے  
شخص کی خواہشات کو مقدم کرنا کس قدر خسران و زیان کا موجب ہو سکتا ہے جب کہ خود مہبط



وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مذکورہ الفاظ میں متنبہ کیا گیا ہے۔ لیکن انسان جس کے پیچھے ترغیباتِ شیطانی اور خواہشاتِ نفسانی لپٹی ہوئی ہیں۔ حق و ہدایت کی طرف سے بار بار منہ پھیرتا اور گمراہی کے گڑھوں میں گرتا رہا ہے، چنانچہ فرمایا۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا  
الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ  
يَلْقَوْنَ غِيَاہَ ۝۴۰ مريم - رکوع ۳۴

پھر ان نیک اعمال لوگوں کے بعد اُنکے ناخلف جانشین  
ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشوں  
کی پیروی کی پس اُن کی سرکشی اُنکے آگے آئیگی ۴۰

جب کفار نے صداقتِ قرآن کی اُن دلائل سے عاجز ہو کر جو توریت سے مستنبط تھیں  
توریت و قرآن دونوں سے سحرانِ نطاہر اریہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے  
ہیں، کہہ کر انکار کر دیا، تو حکم ہوا کہ :-

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ  
لَهُمَا إِن تَابَعْتُهُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝  
فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا  
يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ط وََمَنْ أَضَلُّ  
مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنْ  
اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
الظَّالِمِينَ ۝ (قصص رکوع ۵)

اے رسول تم ان لوگوں سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی اللہ کی  
طرف سے آئی ہوئی کتاب لائے جو ان دونوں (توریت و قرآن) سے  
زیادہ ہدایت دالی ہو تاکہ میں اُس کی پیروی کروں پس  
اس مطالعہ کا اگر وہ تجھے جواب دے تو سمجھ لو کہ وہ اپنی خواہشات  
کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا،  
جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی  
کرتا ہے خدا تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نسلِ انسانی کے لیے ہمیشہ ہدایتِ خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے  
آتی رہی ہے اور ہدایتِ الہیہ کے خلاف کوئی چیز انسانی کا مرانی کے لیے قابلِ اتباع  
ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور ہدایتِ الہیہ کی طرف سے اعراض کر نیوالے اپنی خواہشات ہی کے  
غلام ہوتے ہیں۔ سورہ لقمان میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ  
قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا آبَاءَنَا  
أَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی آیت  
ہوئی ہدایت کی پیروی کرو تو انہوں نے شیطانی کی وجہ سے کہتے  
ہیں کہ ہم تو اُس کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو



السَّعِيرِ وَ مَنْ يُسَلِّمُ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

پایا ہے۔ چاہے شیطان انکو دیکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف نکلا کیوں بلارہا ہو۔ اور جو شخص اپنے آپکے اللہ ہی کی فرما نبی اور اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اسے اپنے آپکے اللہ ہی کے اختیار میں رکھتا ہے اور اسے کاموں کا انجام تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

رقمان - رکوع ۱۳

پس ثابت ہوا کہ ہدایت الہی یعنی قرآن مجید کو چھوڑ کر انسان کی مجوزہ تدابیر و اعمال کی پیروی کرنا ہلاکت و عذاب سعیر کی طرف قدم اٹھانا ہے۔ پھر فرمایا کہ :-

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ ۖ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَ مَنَاسِكَ ۚ لِيُذَكَّرَ الَّذِينَ يَخْلَوْنَ

اور جو خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہدایت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو وہ فاسق لوگ ہیں اور ہم نے اسے رسول تیری طرف وہ کتاب اتاری ہے جو برحق ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق اور محافظہ ہے پس تو ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نازل کیا اور تیرے پاس جو حق آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرے نسل انسانی! ہم نے تم میں سے ہر ایک جماعت کے لیے ایک شریعت اور مسکن مقرر کیا تھا۔

(المائدہ - رکوع ۷)

بیخ اور شرع دونوں کے معنی کھلے رائے کے ہیں۔ جو راستہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بتایا ہے۔ اس کو شریعت اور منہاج کہا جاتا ہے۔ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو، قسم قرآن میں مسلم طور پر فضیلت رکھتے ہیں اور صحیح فہم قرآنی پر رسول اللہ صلیم نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے، فرماتے ہیں کہ جو قرآن شریف تسلیم فرماتا ہے وہ شریعت ہے۔ اور جو سنت بتاتی ہے وہ منہاج ہے یعنی رسول اللہ صلیم جو کتاب لئے وہ شریعت ہے اور جو اپنے نمونہ عمل پیش کیا وہ منہاج ہے اور یہ دونوں کھلے ہوئے اور واضح طریق ہیں اور دونوں پر عمل ضروری ہے، قرآن مجید کو مہتمن فرما کر یہی بتاؤ کہ یہ اپنے آپ کے پہلے کی نازل شدہ صداقتوں اور ہدایتوں کا جامع اور امین اور محافظہ بھی ہے اور انکا نسخ بھی ہے اس لیے اب قرآن مجید ہی حکم ہے اور اسی کا فیصلہ



قابل عمل ہوگا اور پہلے ہدایت ناموں اور ہادیوں کے مشرع و منہاج کا ذکر کر کے بھی بھی بتا دیا کہ اب صرف وہی شریعت و منہاج قابل عمل ہوگی جو قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قائم ہوئی ہے۔ اسی مضمون کو مفصل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ:-

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ مَا وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ  
 کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور یقین لانے والوں کے لئے خدا سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے!

المائدہ - رکوع ۷،

خدا بی تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت اور اپنے احکام کی کامل فرمانبرداری کا حکم انسان کو دیا ہے، وہاں اپنی خالقیت اور اپنے محسن حقیقی ہونے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے، مثلاً سورہ بقرہ کے تیسرے رکوع میں فرمایا يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ... تَأْتِيكُمْ تَعْلَمُونَ (ترجمہ) اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جسے تمہیں اور ان کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا تاکہ تم متقی بنو وہ رب کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار گاہ اور آسمان کو اونچی چھت بنایا اور اوپر سے پانی برسایا۔ پھر تمہارے لئے اُس پانی کے ذریعہ پھلوں سے رزق آگایا پس تم کو چاہیے کہ اللہ کے لئے تمہارے بھراؤ اور یہ بات تم جانتے ہو!

پس کیسے ہو سکتا تھا کہ جس خدا نے انسان کو زندگی اور زندگی کی تمام ضروریات عطا فرمائیں وہ انسان کو اُسکے اعمال کے لئے کوئی دستور العمل اور کوئی ہدایت نہ عطا نہ فرماتا اور انسان کو اُس کی ناقص اور محدود عقل اور بے لگام جذبات کے سپرد کر کے چھوڑ دیتا کہ خود اپنی نجات کامیابی کے لئے ٹاپکٹے مارتا پھرے۔ قرآن مجید اس مضمون کی آیات بھرا پڑا ہے کہ نسل انسانی کے لئے صحیح رہبری تعلیمات و ہدایات الہی کے سوا اور کسی طرح ممکن نہیں اور انسان اپنی سعادت و نجات اور حقیقی کامیابی کو پا ہی نہیں سکتا جب تک کہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ کو اپنا دستور العمل زندگی نہ بنائے، لیکن مندرجہ بالا تمام آیات سے ثابت ہے کہ دنیا میں الہی ہدایت کے انکار کرنا والے بھی ضرور موجود ہوتے رہتے اور آنحضرت صلعم کے زمانے میں بھی لوگ قرآن مجید کی ہدایت کامل سے مڑنے پھرنے اور



اپنی خواہشات اور ظنی باتوں کی پیروی کرنیوالے موجود تھے۔

انسان ہدایت الہیہ کی طرف سے کیوں اعراض کرتا اور اپنے مقصد حیات کو خود کیوں برباد کر دیتا ہے میرے نزدیک اسکا جواب آدم و شیطان کے اُس واقعہ میں موجود ہے جس کا ذکر البقرہ اعراف۔ انجریبی اسرائیل اور دوسری سورتوں میں ہے۔ اس واقعہ میں فطرت انسانی بجز گناہ اور ارتکابِ گناہ کی طرف صاف اور مکمل اشارہ موجود ہے آدم و حوا کا جنتی اور پرسکون و با فراغت زندگی بسر کرنا انسان کی اُس فطری حالت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ ابھی ہدایت الہیہ اور کلام الہی کا مخاطب نہیں ہوا۔ اور اوامر و نواہی کا مکلف نہیں بنایا گیا۔ لیکن اُس کے اندر فطری طور پر اس قدر طاقت تھی کہ وہ ترغیباتِ شیطانیہ کے مقابلے میں قائم رہ سکے، چنانچہ اُس نے ترغیبِ شیطانی کو قبول کر کے اپنے راحت و آرام کے مقام کو کھو دیا۔ شیطان نے تکبر کیا۔ انجام کی طرف سے غافل ہو کر حکم الہی کی تعمیل سے انکار کیا۔ وسوسہ اندازی کرنے۔ دھوکا دینے۔ بہکانے۔ جھوٹی توقعات دلانے اور محسنِ حقیقی یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے بدگمان بنانے میں مصروف ہوا۔

وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ رُكْعٌ | اور اُس نے (شیطان) کہا تمہارے رب نے تم کو اس درخت سے نہیں روکا۔ مگر صرف اسلئے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا نکوٹنا من الخالدین۔ رُكْعٌ | ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

آدم کا جذبہ حرص و ہوا مشتعل ہوا اور وہ لالچ میں آکر ارتکابِ معصیت پر آمادہ ہو گیا۔ شیطان نے قسمیں کھا کھا کر اور انجام کی خوبی کا ازراہ فریب یقین دلا کر اور اپنے آپ کو خیر خواہ بنا کر آدم سے حکم الہی کی خلاف ورزی کرائی۔ چنانچہ آدم سے لباسِ تقویٰ جدا ہو گیا اور اُس کے بھی جذبات نمایاں ہو گئے اور وہ اپنے عیوب کو چھپانے کی ناکام کوشش میں مبتلا ہوا۔ وَقَالَ سَمِعْتُمَا أَنِّي لَكُمْ مِنَ النَّاصِحِينَ هَذَا لَكُمْ بِخُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ نَسِلِ انسانی میں ہدایت نامحبت الہیہ کی خلاف ورزی کرنیوالے داوہی قسموں کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو شیطان کے مظہر اور خود گمراہ ہو کر دوسروں کو گمراہ کرے۔



کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ دوسرے جو ہدایت نامہ الہیہ کو پس پشت ڈال کر اول الذکر شیاطین الانس کے فریب میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے گمراہوں میں سے ایک کو عال اور دوسرے کو معمول یا ایک کو نبردار اور دوسرے کو عوام بھی کہا جاسکتا ہے۔ ان دونوں قسم کے مجرموں کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔

يَوْمَ تَقُوبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ | جس دن اُنکے منہ آگ میں اُٹائے جائینگے کہیں گے  
يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا اطعنا اللهَ وَاَطعنا الرسولَ | کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور تم نے رسول کی  
اطاعت کی ہوتی اور میں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے  
اننا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا سرداروں اور بڑے لوگوں کی اطاعت کی سو اُنھوں نے  
السبيلاه (الاحزاب رکوع ۸) | ہمیں رستہ سے گمراہ کر دیا۔

دنیا میں جس قدر نافرمانی آہی ہو رہی ہے اُس کی حقیقت آدم و شیطان والے واقعہ میں اصولی طور پر نظر آسکتی ہے اسجگہ زیادہ تفصیل کی نگینائش ہے نہ ضرورت حضرت یونس لانانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نیکی اور گناہ کی تعریف ان جامع و مانع الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ نیکی وہ عمل ہے جس کو انسان ہمہ تن حکم الہی اور نشائے الہی کی تعمیل میں محو ہو کر کرتا ہو اور گناہ وہ عمل ہے جو شیطانی تحریک اور شیطانی اطاعت سے کیا جاتا ہو۔

ذَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَاَعُوذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُونِ ه  
(المؤمنون - ۶) اے میرے پروردگار میں تیری جناب میں شیاطین کی دسوسہ اندازی سے  
پناہ چاہتا ہوں اور اے میرے رب اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں!

## مذہب

مذہب وہ تمیز یا امتیاز ہے جسکے ذریعہ افعال انسانی کو اچھا یا بُرا کہا جاتا ہے۔ یعنی مذہب بُرائی اور بھلائی کے اُس معیار کا نام ہے جو مدون و معین ضابطہ یا قانون کی حیثیت رکھتا ہو سچا اور صحیح مذہب وہ ہوتا ہے جسکی بنیاد حقیقی سچائی پر ہو اور جسکے ذریعہ دل کے فعلی یعنی عقیدہ اور افعال جو ارج یعنی اعمال انسانی کی اصلاح ہو کر غلطی سے



بچا جاسکے فطرت چونکہ حقیقی سچائی ہے۔ لہذا مذہب اسلام کی بنیاد خدایتعالیٰ نے فطرت پر رکھی ہے۔

فَاتِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ مَا ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَا كُنْ مِنَ الْكٰثِرِ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَالتَّقْوَىٰ ذَا قِيَمٍ ۝ الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الدِّينِ فَرَقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شَيْعًا ۝ كُلُّ جَزْبٍ بِمَا لَدَا يُفْسِمُ فِرْحُوْنَ ۝ (الرّوم - رکو ع ۱۴)

تو صرف دین خالص ہی پر قائم رہ جو صرف خدا ہی کی فرمائندگی کا حکم دیتا ہے یہ اللہ کا وہ قانون فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا یعنی انسانی فطرت اسی دین کے موافق ہے اور اس قانون میں تبدیلی ممکن نہیں یہ مذہب صحیح اور سیدھا ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے، دیکھو اللہ ہی کی طرف متوجہ رہو اس کی نافرمانی سے بچو۔ منازکی پابندی کرو شرکوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے مذہب میں پھوٹ ڈالی اور گروہ گروہ ہو گئے۔ اب ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی پر اتر رہا ہے۔

غلط اور نادرست مذہب کی شناخت یہ ہے کہ اس کی بنیاد ان خیالات پر ہو جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں مدعا یہ کہ سچے مذہب میں دل کا فعل یعنی عقیدہ مذہب سے پیدا ہوتا ہے اور غلط مذہب خود دل کے فعل یعنی عقیدہ سے پیدا کیا جاتا ہے سچا مذہب ہے جو ایجاد نہیں کیا جاتا۔ بلکہ منکشف ہوتا ہے اور انسان اُسے تسلیم کر لیتے ہیں اور وہ دستیاب ہو جاتا ہے۔ بنایا نہیں جاتا۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (الباقیہ - رکو ع ۱۵)

پھر مجھے اپنے حکم سے ایک خاص طریقہ پر رکھا۔ تو اسی پر چل اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔

اور فرمایا:-

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيًا ۝ اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اپنی نفسانی ہدایٰ مِنَ اللَّهِ ۝ (القصص - رکو ع ۱۵)

خواہش کا تابع ہو اور اللہ کے احکام پر نہ چلے۔

اور فرمایا:-



إِنَّ الظَّنَّ لَا يَعْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا راجعاً - ۲ اظن قیاس دریافت حقیقت کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتے

## استحقاق نقشبین

شمالی ہند کا رہنے والا ایک دیہاتی جب بار بار دیکھتا ہے کہ جولائی اور اگست کے مہینوں میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں تو وہ جون کے مہینے میں اپنے گھر کی کچی چھتوں کو درست کر لیتا اور بوسیدہ چھپروں کی جگہ نئے چھپر بندھوا لیتا ہے کیونکہ تجربہ کی بنا پر اس کو مستقبل قریب میں بارش سے واسطہ پڑنے کا علم ہے، ایک باپ اپنے بیٹے کو مدرسہ میں داخل کر کے تعلیم دلانا ضروری سمجھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جاہل اور بے پڑے لکھے آدمی کو نہ عزت حاصل ہوتی ہے نہ معقول روزگار میسر ہو سکتا ہے ایک سالار جب اپنی فوج کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے کے لئے لیجاتا ہے تو پہلے انکو کارتوس تقسیم کر دیتا ہے کیونکہ اسکو معلوم ہے کہ اگر سپاہیوں کے پاس سامان حرب نہ ہو تو دشمن کو زیر نہیں کیا جاسکے گا۔

شمالی ہند کے دیہات میں جون کے مہینے میں چھپروں اور چھتوں کا درست کرنا۔ باپ کا اپنے بچوں کو تعلیم دلانا اور سپہ سالار کا لڑائی سے پہلے سپاہیوں کو کارتوس تقسیم کرنا حفاظت اور حصول مقصد کے لئے ایک ضابطہ اور قانون کہا جاسکتا ہے اور یہ ضابطہ محض اسلئے بن سکا کہ پیش آنیوالی ضرورت اور اس کے رفع کرنے کی تدبیر کا پہلے سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ تعزیرات ہند کے مصنفین کو اگر ہندوستان کے باشندوں کے متعلق پیش آنے والی ضرورتوں کا کوئی اندازہ و علم نہ ہوتا تو وہ ہرگز یہ قانون نہ بنا سکتے اور چونکہ آئندہ کے متعلق انکا علم کمال نہ تھا اسلئے جن لوگوں کو بعد میں علم حاصل ہوتا گیا وہ اس قانون میں ترمیم کرتے گئے اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے اور رہے گا۔ پس معلوم ہوا کہ جس قدر مستقبل کے متعلق کسی کو زیادہ علم حاصل ہوگا اسی قدر وہ زیادہ صحیح قانون بنا سکے گا۔ انسان کے پاس مستقبل کے متعلق بقص و نام تمام علم حاصل کرنے کے ذرائع تجربہ۔ قیاس و اس وغیرہ سب کے سب ہی محدود و ناقص ہیں لہذا اس کے مجوزہ قوانین کبھی ناقابل ترمیم



نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اسکا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے ۔

ہر قانون اور آئین کے بنانے کا ایک مدعا اور مقصد ہوتا ہے ۔ قانون ساز کو اگر قانون پر عمل کرنا ہونے کے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ اُنکا خیر خواہ ہے تو ایسا قانون بنا سکتا جس سے قانون پر چلنے والوں کو فائدہ پہنچے اور اگر وہ اُنکا دشمن ہے تو ایسا قانون بھی بنا سکتا ہے جو مضرت رساں ہو مثلاً برہمنوں کے بنائے ہوئے وہ آئین جو شوروں کے لیے بچھاؤیت رساں ثابت ہوئے ۔

قانون اور آئین جو تمدنی ضرورتوں کے لیے بنائے جائیں اُنکا بنانا بالکل خود نتائج قانون سے بالاتر اور بے نیاز ہو ورنہ قانون ساز ازراہ خود غرضی اپنے بنائے ہوئے قانون کے ذریعے اپنے لیے بہت سے فوائد فراہم اور دوسروں کے حقوق کو غضب کر سکتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں برہمنوں نے کیا ۔ اور غیر ملکی قانون ساز اب بھی کرنا چاہتے ہیں اور تمام شخصی سلطنتوں میں پادشاہوں سے ظہور میں آتا رہا ہے اور انسانی تنظیمات نے ہمیشہ حرص و ہوا کو ترقی دیکر قانون عامہ کے تصور کو تباہ و برباد کیا ہے اور انسانی ہمیشہ ان انسانی قوانین سے نالاں اور غیر مطمئن رہی ہے ۔

اب اس بات کے تسلیم اور یقین کر لینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے کہ مفید و ناقابل تینج قانون وہی بنا سکتا ہے جو کامل علم رکھتا ہو ۔ حقیقی ہمدرد و مہربان ہو ۔ اور بے احتیاج ہو ۔ ظاہر ہے کہ مخلوق کے متعلق علم تام خالق کے سوا دوسرے کو نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ الرحمن سے زیادہ مہربان دوسرا نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ الصمد سے بڑھ کر بے احتیاج دوسرا نہیں ہو سکتا لہذا خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہو سکتی جو انسان کے لیے کامل و مکمل اور ناقابل ترمیم قانون بنا سکے ۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس قادر و مقدر خدا کا بنایا ہوا قانون موجودات عالم میں جاری و ساری ہے ۔ جمادات ۔ نباتات ۔ حیوانات سب اُس کے قانون میں جس کو سنت اللہ یا قانون قدرت کہا جاتا ہے ۔ جکڑے ہوئے ہیں اور کسی کو اُس کی خلاف ورزی کا موقع حاصل نہیں وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ط اگر ہم خدا تعالیٰ کے اس قانون میں جس کو لائنچر کہتے ہیں ترمیم و تینج کا اختیار رکھتے تو سرور کے درخت



میں لیچیاں پیدا کرتے۔ بیروں میں گٹھلیاں پیدا نہ ہونے دیتے اور گدھے کے سر کی طرح گائے بیل کے سر سے سینگ جدا کر دیتے اور اپنی اس حماقت و جہالت کو عقل و دانائی قرار دے کر اُس مصلحت اندیش حقیقی قانون میں اصلاح و ترمیم کرنیوالے بناتے لیکن اُس کا قانون ہماری دسترس سے باہر عجیب و سقم سے پاک، ناقابل ترمیم اور موجوداتِ عالم میں پوری طاقت و شوکت کے ساتھ جاری و ساری ہے، اور تمام مخلوقاتِ عالم ایک ذرہ بمقدار سے لیکر آفتابِ عالم تا تک اُس کی تعمیل و فرمانبرداری میں ہم تن مصروف اور بے اختیار ہے۔

مخلوقاتِ عالم میں صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ نے ایک محدود دائرہ میں آزاد ارادہ و اختیار دے دیا ہے اور اس آزاد ارادہ و اختیار کے لیے اس کو ایک قانون دے کر اُس کی تعمیل چاہی ہے، اسی قانون کا نام دین و مذہب ہے اور اسی کی تعلیم یا دہانی کے لیے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے ہیں اور اسی سلسلہ تعلیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبعوث ہو کر تکمیل تک پہنچایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا

بعض چالاک شخصوں نے مسلمانوں کے جاہل طبقہ میں اپنی مطلق العنانی اور فرعونی اختیار قائم کرنے کے لیے پھینٹ بگھاری ہے کہ چونکہ کائنات کی ہر چیز ایک قانون (سنت اللہ) کے ماتحت فرمانبرداری کا اظہار کر رہی ہے اور نافرمانی نہیں کرتی، لہذا تم بھی اس سطرِح بلاچون و چرا ہمارے احکام اور ہمارے بنائے ہوئے قانون کی فرمانبرداری کیے جاؤ اور اپنی عقل و فہم سب کو لپیٹ کر بھاڑ میں جھونک دو۔ حالانکہ ذی عقل و ذی اختیار و ذی ارادہ انسان کے لیے خدا تعالیٰ نے خود قانونِ شرع عطا فرمایا کہ اس قانون کی اطاعت انسان سے چاہی ہے، اور دوسری تمام مخلوقات کے لیے جو قانون مقرر فرمایا ہے اُس کی تعمیل اُسے خود کراتا ہے۔ اور انکو خلاف ورزی کا کوئی اختیار نہیں دیا ہے جس طرح اُس کا قانون قدرتِ ترمیم و تہذیب اور انسانی دست برد سے بالاتر ہے اسی طرح اُس کا قانونِ شرع ترمیم و تہذیب اور انسانی دست برد سے بالاتر ہے۔ کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ



اس میں ترمیم و تنسیخ کر سکے اور کسی دانش فروش کا کیا حوصلہ ہے کہ وہ اسکو ناقص و ناقابل قرار دیکر اس میں اضافہ و اصلاح کا مدعی ہو سکے۔ خدا تعالیٰ کے اس عطا فرمودہ قانون کی تعریف خود خدا تعالیٰ ہی کے الفاظ میں کیے۔

## کتاب اللہ قرآن مجید

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى  
لِّلْمُتَّقِينَ ۝ (البقرہ - رکوع ۱)

یہ وہ خاص کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے  
متقی لوگوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

هَذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ هُدًى وَبُورَةٌ  
لِّلْمُتَّقِينَ ۝ (آل عمران - رکوع ۱۷)

یہ دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ایک ضاحت اور  
تشریح ہے اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ  
مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝ (النسار - رکوع ۱۴)

لوگو! تمہارے آقا کی طرف سے تمہارے پاس یہ قرآن واضح  
ہم نے تمہاری طرف بہت صاف روشنی بھیجی۔

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ  
يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانًا  
لَّهُ سُبْحَانَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ  
إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِي لَهُمْ إِلَى  
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (المائدہ - رکوع ۳)

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے حق کی روشنی اور واضح  
طور پر بیان کرنیوالی کتاب اچھی ہے اس کتاب کے ذریعہ خدا  
تعالیٰ ان لوگوں کو جو ضلالت میں تھے انہیں اپنی کتاب سے نجات دلا رہا ہے  
چلاتا اور انہیں اپنے حکم یعنی قانونِ خدا کی موافق تارکیوں  
سے روشنی کی طرف نکالتا اور کافرانی و مقصدوری کے سبب  
راستے پر چلاتا ہے

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنْهُ فَالْعَذَابُ  
لَهُمُ الْكَافِرُونَ ۝ (المائدہ - رکوع ۷)

اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن کے مطابق  
کسی بات کا فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔



وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ  
 (المائدہ - رکوع ۷)

اور اُنکے لیے بہترین رکھنے والے ہیں، اللہ سے بہتر حکم  
 دینے والا کون ہو سکتا ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ  
 فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا مَا لِلْإِنْعَامِ ۗ  
 (الانعام - ۱۰۳)

تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے عقل کی باتیں آچکی  
 ہیں، جو کوئی انکو ذریعہ بصیرت بنے گا اپنے ہی لیے بنے گا اور جو  
 کوئی انکی طرف سے اندھا پن اختیار کرے گا اسکا وبال اپنی طرف سے ہوگا۔

هَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ  
 (الانعام - رکوع ۱۱۹)

یہ برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے پس  
 تم اُسی کی پیروی کرو۔

هُدًى لِّلنَّاسِ لِيُبَيِّنَ مِنَ الْهُدَى  
 وَالضَّلَالَاتِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ  
 (البقرہ - رکوع ۲۳۷)

قرآن مجملات انوں کے لیے ہدایت اور حق و  
 باطل میں فرق کرنے والے دلائل کا مجموعہ ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنَا هُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَى  
 عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ  
 (الاعراف - رکوع ۶)

اور ہم اُنکے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جس کی تفصیل ہم نے  
 علم کے ساتھ کی ہے ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے  
 لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

كِتَابٍ أَحْكَمَتِ آيَاتُهُ ثُمَّ فَصَّلَتْ  
 مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۗ (هود - ۱)

یہ کتاب کتاب ہے جسکی آیتیں سچتہ بنائی گئی ہیں پھر آیتوں اور  
 خبر رکھنے والے خدا کی طرف سے انکی تفصیل کی گئی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ  
 وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ  
 (النحل - رکوع ۱۱۲)

اور ہم نے اے رسول تجھ پر ایسی کتاب نازل کی جو  
 ہر شے کی تشریح ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت  
 اور رحمت اور بشارت ہے۔



يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ  
مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ  
هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ ١٧

اے لوگو! یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس  
آیا ہے، پند و نصیحت اور تمہارے دل کی بیماریوں کے لیے شفا  
شفا ہے اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ  
أَقْوَمُ رَجَى اسرئیل رکوع ۱۱

یہ قرآن یقیناً نہایت سیدھے اور صحیح راستے کی طرف  
رہنمائی کرتا ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ  
لَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ ٥

باطل نہ اُس کے آگے سے اُس کے پاس پہنچتا ہے اور نہ  
اُس کے پیچھے سے، یہ کتاب حکمت والے تعریف کئے گئے خدا کی طرف  
سے اتاری گئی ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَسَىٰ  
أَن يَكُلُّبِ أَقْفَالُهَا رَحْمَةً رَّحِيمٍ ۝ ٣

کیا یہ لوگ قرآن میں غور و تدبیر نہیں کرتے یا ان کے  
دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن  
مَّن يَكُورُ وَالْقُرْآنَ رُكُوعًا ۝ ١١

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان  
کر دیا ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے۔

## رسول اللہ

جب کہ انسان خود اپنا مقنن نہیں بن سکتا تھا اور الہی ہدایت کا محتاج تھا تو دنیا میں  
کوئی قوم ایسی نہیں ہونی چاہتی تھی جس کے لیے ہدایت الہی لانیوالا کوئی ہادی مبعوث نہ ہوا  
ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ١١

ہر ایک قوم کے لیے رہنما اتارا ہے۔

إِنَّ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝ ١٣

کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانیوالا پیغمبر نہ آیا ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الزُّلْمَ ۚ ثُمَّ انظُرُوا إِلَىٰ  
رِجْلِ رَجُلٍ مِّنْهُمْ يَسْعَىٰ زُلْمًا مَّكِينًا ۚ  
اور بے شک ہم نے ہر قوم یا ہر جماعت میں ایک رسول بھیجا اور اُسکے ذریعہ یہی حکم دیا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور سرکش شیطانی قوتوں سے پرہیز کرو +

اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ خدا تعالیٰ نے عہدِ السُّتِ ہی میں ذُریتِ آدم سے فرما دیا تھا کہ :-

أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۚ  
اور مہبوط کے وقت فرما دیا تھا کہ :-

يَا بَنِي آدَمَ إِنَّا جَعَلْنَا لَكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ زَوْجًا مِّمَّا سَأَلْتَهُمْ  
فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَارْحَبْ أَعْيُنَ النَّاسِ  
اور تم کو میری آیتیں سنائیں تم جو کوئی پرہیزگاری اختیار کرے اور صحیح عمل کرے ایسے لوگوں پر نہ خون ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے +

چنانچہ اس سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی اور ہادیانِ برحق میں آخری اور کامل ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کا کامل و مکمل ہدایت نامہ تمام اقوام عالم کے لیے لائے +

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ  
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۚ  
اور وہی ہے جس نے اپنے رسول محمد صلعم کو دین حق اور ہدایت دیکر بھیجا کہ اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ  
اور اے رسول ہم نے تجھ کو دنیا بھر کے تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے +



يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط (المائدہ - رکوع ۱۱) | اسے رسول تجھ پر تیرے رب کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے تو اس کی تبلیغ کر دے اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو اپنے فرض رسالت ہی کو پورا نہ کیا۔

قرآن مجید اس مضمون کی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایت نامہ لکیر آئے وہ کامل ہدایت نامہ ہے اس میں کوئی کمی یا کجی ہرگز نہیں ہے اور آنحضرت صلعم نے تبلیغ ہدایت میں کوئی کوتاہی و کمی ہرگز نہیں کی اور کسی حکم الہی کو لوگوں سے چھپا کر یا راز بنا کر ہرگز نہیں رکھا جیسا کہ شیعوں یا دوسرے بعض فرقوں کا خیال ہے۔ آنحضرت صلعم کا سب سے اہم و اقدم کام احکام الہی کی تبلیغ ہی تھا۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ط (المائدہ ۱۳) | خدا کے پیغمبر کے ذمہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ پیغام پہنچا دے۔ نہ صرف آنحضرت صلعم ہی کا یہ فرض تھا بلکہ خدا تعالیٰ کے ہر ایک پیغمبر کا یہی فرض رہا، کہ وہ پیغام حق کو ضرور کھول کھول کر لوگوں کو پہنچا دیں جب کفار نے بنا بنجارے بعض پیغمبروں کو اپنی کی تکذیب کی تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ :-

رَبَّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ط ۵ | ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں۔ (رکوع ۲)

صرف مذکورہ آیات ہی میں نہیں بلکہ قرآن مجید میں جہاں کہیں رسولوں کے کام کی ذمہ داری کا ذکر آیا ہے حصری کے ساتھ آیا ہے اور اس سے یہ بتانا منظور ہے کہ رسولوں کا کام صرف حق کی تبلیغ کر دینا ہے، دین کا بنانا نہیں ہے، آنحضرت صلعم کو فحیاط کے فرمایا وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَا كُنَّ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا (الشوری - رکوع ۱۵) اور اسے سیرج بننے اپنے حکم سے تیری طرف ایک کلام وحی کیا تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان سے واقف تھا لیکن ہم نے اس وحی کو ایک نور بنایا ہے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اس کے ذریعہ راہ راست دکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمام دکمال مدار ہدایت خدایتعالیٰ ہی کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر ہے۔ اس میں کسی انسانی تجویز اور انسانی دماغ کی سوچی ہوئی مصلحت کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور خدا کا رسول جو احکام الہی بندوں کو پہنچاتا ہے وہ دیانت و امانت کے ساتھ ہی پہنچاتا ہے۔ کیونکہ خدایتعالیٰ رسالت کے لئے منتخب ہی ایسے شخص کو فرماتا ہے جو فرض رسالت کو انجام دے سکے۔

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ | اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے  
ر الانعام - رکوع ۱۵ | (کس کو اپنا رسول بنائے)

رسول کی پہنچائی اور بتائی ہوئی ہر ایک تسلیم خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت ہوتی ہے اور اسی لئے وہ مطاع ہوتا ہے اور اس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہوتی ہے۔ اور اسکی پیش کردہ تعلیم کا انکار کرنا کافر ہوتا ہے۔ رسول کے سوا کسی دوسرے شخص کو یا اسکی پیش کردہ تعلیم کو ہرگز ہرگز یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سردارِ اولادِ آدم اور افضل الرسل اور قیامت تک کے لئے ہادی برحق ہیں لہذا آپ کی شان میں خدایتعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا ایسے الفاظ بیان فرمائے جو آپ کو تمام دو سکر انبیاء سے ممتاز کرتے ہیں مثلاً

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ | اور میں نے تجھ کو کبھی رسول نہیں بھیجا، مگر سارے ہی انسانوں  
بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا كُنَّا لَكِنَّا أَكْثَرُ النَّاسِ | کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ  
لَا يَعْلَمُونَ | (سورۃ السبا - رکوع ۱۳) | نہیں جانتے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ | اور میں نے کبھی رسول تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت ہی  
(سورۃ الانسبار - رکوع ۱۱) | بنا کر بھیجا ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ | اور تو اے رسول یقیناً عظیم الشان اخلاق پر قائم  
ہے۔



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا  
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ  
بِذَنِّهِ وَسِرًّا جَامِنًا ۝۱۵ (الاحزاب - ۶)

اے پیغمبر معنی تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور  
آگاہ کرنیوالا اور اللہ کے حکم سے اسکی طرف بلائیوں  
اور روشن چلغ بنا کر بھیجا ہے ۛ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ  
وَلَا كُنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝  
(الاحزاب - رکوع ۵)

محمد صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں  
لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے خاتم کی  
مہر ہیں ۛ

پھر آپ ہی کے ذریعے دنیا کو یہ خوشخبری پہنچی کہ :-  
أَلْيَوْمِ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ  
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ  
دِينًا (المائدہ - رکوع ۱)

آج میں نے تمہاری پوری تمہارا دین کو مکمل کر دیا اور  
تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے  
لیجے دین اسلام کو پسند کیا۔

لیکن باوجود اس مرتبہ عظیم کے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر آپ کی شان سے آپکو  
غیب کی جو باتیں معلوم ہوئیں وحی الہی کے ذریعے معلوم ہوئیں۔ وحی الہی کے بغیر آپکو عیب کا  
علم نہ تھا۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ  
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ  
إِنِّي مَلَائِكَةٌ إِنِّي أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ  
رِاسًا مِّن رَّبِّي فَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ ۚ  
(الانعام - رکوع ۵)

اے رسول کہہ دے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس  
اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ کہتا  
ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی  
پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر بھیجی جاتی ہے ۛ

وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَىٰ النَّفَقِ  
لَا تَعْلَمُهُمْ خُنَّ نَعْلَمُهُمْ ط (التوبہ - ۱۳)

اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ نفاق پر اڑے بیٹھے رہے  
تو انکو نہیں جانتا ہم انکو جانتے ہیں۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا  
اے رسول کہہ دے کہ میں اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع یا

اَلَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ط وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ  
 اَبْغَيْبَ لَا سَتَكُنُّرْتُ مِنَ الْخَيْرِ  
 مَا مَسَّنِيَ السُّوْعُ ج دال احزاب - رکوع ۲۴ مجھ پر تکلیف نہ آتی -

چونکہ مذہب اور قانون مذہبِ علیم و باری خدای ہی بنا سکتا ہے اور علمِ غیب سے ناواقف ہستی قانون سازی کا حق نہیں رکھتی۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح احکامِ الہی کی اطاعت لازمی تھی جیسی کہ آپ دوسروں کو اطاعت احکامِ الہی کی تعلیم دیتے تھے اور جسے متعلق اور بعض آیات درج ہو چکی ہیں کسی دوسرے کی کیا مجال ہے کہ باہمہ جبل و نادانی اپنے خود ساختہ قوانین کی اطاعت کو غیر مشروط طور پر فرض نہ رہی قرار دے سکے اور اسلام پر قائم رہتے ہوئے کوئی مسلمان اس اسلام کش فرمایش کو پورا کر سکے۔

## اللہ و رسول کی اطاعت

قرآن مجید خدایتعالیٰ اور اسکے بھیجے ہوئے ہدایت نامے کے سوا کسی کو مطاعِ حقیقی (جس کی اطاعت لازماً کی جائے) قرار نہیں دیتا اور ظاہر ہے کہ جب اصل ہدایت کا تعلق خدا کے سوا کسی دوسرے سے نہیں تو خدا کے سوا دوسرا حقدار اطاعت کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا کی اطاعت درحقیقت اسکے احکام اور اسکے کلام یعنی اسکے کلمے کا ل ہدایت نامہ (قرآن مجید) کی اطاعت ہے جیسا کہ فرمایا:-

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَعِي حِكْمًا وَهُوَ الَّذِي  
 اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ط  
 کیا اللہ کے سوا کسی غیر کو حکم پہنچا، بناؤں؟ اور خدا  
 تو وہ ہے جسے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کر دی ہے۔  
 (الانعام - رکوع ۱۱۲) ہے۔

یہ ہدایت نامہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہمارے پاس پہنچا ہے، لہذا ہم جب قرآن مجید کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ خود بخود قرآن مجید



کے لایا جانے کی بھی اطاعت ہوتی ہے جس طرح قرآن مجید کی اطاعت خود خدایتعالیٰ کی اطاعت ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھی خود خدایتعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ خدایتعالیٰ نے صاف طور پر قرآن مجید میں جب اپنے رسول کو تمام جہان کے لوگوں اور تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر فرمادیا تو رسول کے مطاع ہونے میں کیا شک رہ گیا۔ پھر یہیں تک بات کو مشتبه اور غیر مفصل نہیں چھوڑا بلکہ صاف طور پر فرمایا کہ

أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ | اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اختیار کرو تاکہ تم پر رحمت فرمائی جائے +  
دال عمران - رکوع ۱۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا آيَاتِهِ وَلَا تَحْسَبُوا أَنَّكُمْ مُسْتَعِينُونَ | اے ایسے جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس فرمانبرداری سے مت پھرو درناجی کی تم سنتے ہو۔  
دال انفال - ۳

یہاں اللہ و رسول دونوں کی اطاعت کو ایک ہی اطاعت قرار دیا اس لیے کہ رسول وہی حکم دیتا ہے، جو خدا نے رسول کے پاس بھیجا ہے۔ اس کی تفسیر دوسری جگہ فرمائی کہ۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَأَخِذُوا بِرُؤُسِ الْأُمُورِ فَإِذَا تَوَلَّيْتُمْ فَاذْمُرُوا  
دال مائدہ - رکوع ۱۱۲ | اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور  
ان فرمائی سے بچو اگر تم خدا و رسول کی اطاعت سے منحرف ہو جاؤ گے  
تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کا کام تو ہمارے احکام کا صاف  
صاف پہنچا دینا ہی ہے۔

یہاں اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کو الگ الگ بیان فرما کر کلام اللہ اور اسوۂ رسول دونوں کی طرف اشارہ فرمایا اس لیے کہ اسوۂ رسول اور کلام اللہ دونوں چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے +

اسوۂ احکام قرآنی پر رسول اللہ کے عمل کرنے کی سمورت کا نام ہے اور رسول اللہ

عملی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر احکام قرآنی پر کون عمل کر سکتا ہے۔ لہذا قرآن مجید اگر حکم الہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل اس کی تعمیل کا بہترین نمونہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۗ (الاحزاب - رکوع ۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک یہ بھی کام تھا کہ آپ احکام الہی پر عمل کر کے دکھا دیں اور امت اسی نمونہ پر عامل ہو جائے اور اس طرح تبلیغ احکام الہی اتمام کو پہنچ سکتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف کلام الہی کے پہنچا دینے والے ہی تھے بلکہ تعمیل احکام الہی کے لیے ایک نمونہ بھی تھے اور اس طرح مقصد تبلیغ تکمیل کو پہنچ سکتا تھا اور ظاہر ہے کہ ہدایت الہی یا دین اسلام نہ صرف طاعت و عبادت کے متعلق احکام کے مجموعہ کا نام ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا کامل و مکمل آئین ہے جو اخلاق و تمدن و معاشرہ وغیرہ نسل انسانی کی ہر ضرورت کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ انہیں ضروریات انسانی میں قیام سلطنت و نظام حکومت بھی شامل ہے۔ انسان اور انسانی ماحول تغیر پذیر بھی ہے اور معاشرتی و تمدنی حالات کا متغیر ہوتے رہنا انسان کے ترقی پذیر اور شریف مخلوق ہونے کی بھی ایک علامت ہے، لہذا انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور انسان کی ہر حالت میں رہبری کرنے کے لیے ہدایت کا دو حصوں یا دو درجوں میں منقسم ہونا لازمی تھا۔ ایک ہدایت کا وہ حصہ جو جمیع اصول اور تمام پختہ و غیر متغیر اور لازمی احکام و اعمال پر مشتمل اور انسانی تصرف سے بالاتر اور اپنے الفاظ میں بھی محفوظ و منضبط اور ہمیشہ کے لیے بنی نوع انسان کی ہدایت کا نصاب ہو اور آئندہ پیش آنے والی ایسی ضرورتوں کے متعلق بھی اصولی احکام اپنے اندر رکھتا ہو جو نزول ہدایت کے وقت موجود نہ تھیں۔

لَكِن نَّبَأِ مُسْتَقَرًّا وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ اور ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور کچھ دنوں کے

بعد تم کو معلوم ہو جائیگا۔

(الانعام - رکوع ۸)



دوسرا وہ حصہ جو ماحول کی تمام تبدیلیوں اور تمام متغیر و متبدل حالات میں طریق عمل اختیار کرنے کے لیے صحیح راستہ دکھانے کا سامان ہو اور حالات ماحول میں کیسی ہی تبدیلیاں واقع ہو جائیں وہ ہر حالت کے موافق رہبری و رہنمائی کر سکتا ہو اور ظاہر ہے کہ ہدایت کے اس حصہ کو الفاظ کے ذریعہ نہیں بلکہ مفہوم کے ذریعہ محفوظ ہونا چاہیے۔ ہدایت کا پہلا اور اصل حصہ کہ وہی ہدایت کی حقیقتِ اصل ہے، قرآن مجید یا وحی متلو ہے جو کامل مکمل بھی ہے اور محافظ و محفوظ بھی ہے۔ ہدایت کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے اور جس کی رہبری میں اور جسے سچے سچے میں ڈھل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور تمام شعبوں کی جامع ہے ہر انسان کی رہبری کے لیے نمونہ سامان ہدایت بن گئی اور اس کی سنت رسول اللہ کہا جاتا ہے اور اسی لیے خدایتعالیٰ نے فرمایا کہ :

وَمَا تَأْكُمُ الْمَرْسُورُ فَخَذُّوهُ وَمَا  
تَهْكُمُ عَنْهُ فَاَنْتَهُوْا (الحشر۔ رکوع ۱۱) | رُک جاؤ۔

وَمَا يَنْتَبِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا  
وَحْيٌ يُوحَىٰ ۗ (النجم۔ رکوع ۱۱) | وہ نازل شدہ وحی ہوتی ہے۔

جس طرح اُسوۂ نبوی تمیل احکام قرآنی کی ایک صورت اور نمونہ ہے اسی طرح سنت نبوی تعلیم وحی خفی کی ایک صورت اور نمونہ ہے اور اس اعتبار سے کہ منشاء الہی اور حکم خدا ہی دونوں میں حقیقی مطابقت ہے، اُسوۂ نبوی اور سنت نبوی میں کوئی فرق نہیں کیا گیا چیز ہے اور نبی کی اطاعت خدا ہی اطاعت ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے مہینے میں روزے رکھو۔ اسباب ان احکام کی تمیل ہم کو اسی طرح کرنی چاہیے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تمیل وحی خفی کے ذریعہ ہدایت پا کر کی لیکن قرآن مجید میں چونکہ صرف احکام عبادت ہی نہیں بلکہ موعظہ حسنہ، ترغیب، ترہیب، امثال و نظائر، تربیت و تعلیم اخلاق،

دلائل و براہین۔ اخبار غیب۔ سیاست وغیرہ سب ہی ضروری چیزیں ہیں اور وہ ہر  
 ربانی کی اصل و بنیاد اور محفوظ و مکمل دستور العمل ہے۔ لہذا کسی حالت میں بھی اس سے  
 بے نیازی نہیں ہو سکتی۔ سیریح اسوہ نبوی سے بھی بے پروائی نہیں اختیار کی جاسکتی۔  
 اوپر کی تصریح سے یہ معلوم ہو گیا کہ کتاب اللہ اور اسوہ رسول اللہ ہدایت الہی کا ایک  
 اولین اور اصولی حصہ ہے۔ لیکن وحی خفی کے ذریعے ہی نہیں کہ تعمیل احکام قرآنی کا طریقہ  
 رسول اللہ صلعم کو بتایا گیا ہو، بلکہ اور بھی بہت سی باتیں خدا تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے  
 موافق تعلیم فرمائیں لہذا اس وحی خفی کے ذریعہ دی ہوئی تعلیم کا نام قرآن مجید میں حکمت  
 لیا گیا ہے اور اس کو سنت رسول اللہ کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کے تذکرے  
 میں فرماتا ہے کہ :-

<p>دہمرا رسول انکو ہماری آیتیں سناتا ہے اور انہیں          پاک کرتا ہے اور انکو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور نیک          پہلے کٹلی ہوئی گمراہی میں تھے۔</p>	<p>يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ          وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ          كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ          (الجمعة - رکوع ۱)</p>
---	---

ظاہر ہے کہ اس آیت میں کتاب اور حکمت دو چیزوں کے تعلیم دینے کا ذکر ہے۔ کتاب سے  
 مراد کتاب اللہ کے سوا اور کچھ نہیں اور حکمت سے مراد سنت رسول اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔  
 سنت رسول اللہ کی پیروی بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسے کتاب اللہ کی اس لیے کہ وہ  
 کی پیروی حکم الہی کی پیروی ہے اور اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت دو شے  
 چیزیں نہیں ہیں۔

<p>اور جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت          کی۔</p>	<p>وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ          (النساء - رکوع ۱۱)</p>
--	---

اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سنت اور حدیث بالکل الگ در دو جدا  
 جدا چیزیں ہیں لیکن عوام سنت اور حدیث کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں سنت رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل یا قول کا نام ہے جو تو اتر کے یقین آور ذریعہ اور



سلسلہ تعالیٰ سے ہم تک پہنچا اور خیر القرون اور اُمّتِ مسلمہ میں معمول بہا رہا ہے اور حدیث راویوں کا وہ بیان ہے جو انہوں نے آنحضرت صلعم سے کوئی بات سن کر اکثر اسکا مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کیا اور کتر آنحضرت صلعم کے الفاظ کو محفوظ رکھا یا آپ کی کسی حالت یا عادت یا عمل یا آپ کے متعلق کسی واقعہ کو اپنے الفاظ میں بیان کیا۔

چونکہ احادیث کا اکثر و بیشتر حصہ روایت بالمعنی ہے اور راویوں کی حالت و حیثیت اور سلسلہ روایت کے مربوط و مضبوط اور شتبہ و مشکوک ہونے کے مدارج ہونے کی وجہ سے احادیث کے بہت سے درجے ہو گئے لہذا انکا مرتبہ سنت ثابتہ سے کتر و ظنی ہوا لیکن کسی حدیث کا قول و فعل رسول ہونے کے درجے تک پہنچ جانے تو اس حدیث کی تعمیل و اطاعت بھی ایسی ہی ضروری ہوگی جیسے سنت ثابتہ یا آیات کلام اللہ کی تعمیل و اطاعت ضروری ہے اور اس کے قول و فعل رسول ہونے میں جس قدر شک و شبہ ہو رہے گا اسی قدر اس کی تعمیل و اطاعت لازمی نہ رہے گی پھر حدیث کے بعد وہ اصحاب نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان خیر القرون جن کی نسبت ہم کو یقین ہے کہ وہ اتباع ہدایت اور خدا و رسول کی اطاعت کو بہر حال مقدم رکھتے تھے ہمارے لئے نمونہ ہو سکتے ہیں اور یہی خدا و رسول ہی کی اطاعت ہے اسی لئے کہ خدا و رسول ہی نے ان کو ہمارے لئے نمونہ اور ہم ہدایت ٹھہرایا ہے۔ لہذا مدارج کے اعتبار سے سامان ہدایت کی ترتیب اس طرح ہوئی کتاب الہی سنت نبوی۔ آثار صحابہ و خیر القرون۔ لیکن ان سب کی اصل و بنیاد اور حقیقت ایک ہی ہوئی یعنی طاعت الہی۔ چنانچہ کتاب الہی کی سند پر ہی باقی تینوں چیزوں کی اطاعت ہے اگر کتاب الہی موید نہ ہو یا مخالف ہو تو سب کو رد کیا جاسکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کی تشریح فرمادی ہے۔

كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ السُّنَّةُ سُنَّتَانِ سُنَّةٌ فِي فَرِيضَةٍ وَسُنَّةٌ فِي غَيْرِ فَرِيضَةٍ فَالسُّنَّةُ الَّتِي فِي الْفَرِيضَةِ أَصْلُهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں سنت دو قسم کی ہوتی ہے ایک سنت فریضہ ہوتی ہے اور ایک غیر ضروری وہ سنت ضروری ہے اس کی اصل کتاب اللہ میں ہوتی ہے اسکا اختیار کرنا ہدایت اور اسکا ترک کرنا گمراہی

اخذها هدى وتركها ضلاله والسنة التي ليس اصلها في كتاب الله الاخذ بها فضيلة وتركها ليس بخطيئة تركت النعمة

باب الاعتصام بالكتاب والسنة

اور دوسری سنت جس کی اس کتاب اللہ میں نہیں  
اسکا اختیار کرنا ثواب ہے اور اس کا ترک کرنا  
گناہ نہیں ہے

پھر آپ نے فرمایا کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی میرا کلام کلام اللہ کو منسوخ نہیں کر سکتا اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے کتاب الہی اور سنت نبوی کے مقابلے میں باقی دونوں کو رد کر دیا جائے گا اور کتاب اللہ سنت ثابتہ اور حدیث صحیحہ کے مقابلے میں چوتھی چیز کو ناقابل التفات سمجھا جائے گا۔ اور ان چاروں کے مقابلے میں کسی دانش فروش کی کوئی بات ہرگز قابل پذیرائی نہ ہوگی۔ ان مدارج کی حکمت و ضرورت پر کلام کرنا بجائے خود ایک مستقل مضمون چھیڑنا ہے جس کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مطاع حقیقی ایک ہی ہے یعنی خدایتعالیٰ اور رسول اللہ بھی جن کی شان ”وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی“ ہے اس لیے مطاع ہیں کہ خدایتعالیٰ نے انکی اطاعت کا بلا شرط حکم دیا اور رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا پس مطاع مطلق خدایتعالیٰ ہی ہوا۔ بیوی کا شوہر کی اطاعت کرنا۔ شاگرد کا استاد کی فرمانبرداری کرنا۔ اولاد کا ماں باپ کے حکم کی تعمیل کرنا۔ فوج کا سپہ سالار کے حکم کو ماننا۔ عوام کا اپنے امیر یا امام کا مطیع ہونا سب اطاعت الہی کی مشروط پر ہیں یعنی سب کی اطاعت حکم الہی کی تعمیل میں کی جاتی ہے۔ ان کو مطاع حقیقی یا مطاع مطلق ماننا اور ان کی اطاعت بلا شرط کرنا کفر اور شرک ہے جس سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی لعنت نہیں ہو سکتی اور مومن ایک سکند کے لیے اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

## ایمان باللہ

وَنبِیِّہِمْ جَسَّہِ النَّسَانیِ مَوْجُودِہِیْ اُسَیْوَقِیْہِ اُسَکَ لِیَہِ خَدَیْتَعَالِیِّ کِی طَرَفِہِ سَہِ  
بذریعہ وہی ہدایت کا سلسلہ موجود ہوا۔ اس ہدایت الہی کا خلاصہ اور اصل اصول ہمیشہ



ایک ہی رہا ہے وہ یہ کہ انسان جو انواع مخلوقات میں ایک اعلیٰ تر نوع ہے، خدایتنا  
 کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت و فریاد برداری اختیار کرے صرف خدا ہی کی مطیع و  
 منقاد ہے اور اپنے حقیقی خالق و مالک کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک نہ ٹھہرایے۔ اسی  
 عقیدہ توحید کو زیادہ روشن اور مکمل کرنے کے لئے دوسری بات یہ بتائی کہ اس خاکدانِ دنیا  
 اور اس مجرور و ذنیبی زندگی کو اپنی منتہا قرار نہ دینا چاہیے، بلکہ نتائج اعمال اور حقیقی  
 خوشحالی و بد حالی کے لئے ایک دوسرے جہان کا یقین رکھنا ضروری ہے اسی کو ایمان باللہ  
 اور ایمان بالیوم الآخر کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ ہدایت الہی  
 یا مذہب حق نے انسان کے لئے صفات باری تعالیٰ کے صحیح تصور اور اعمال کی کامل  
 جزا و سزا کے لئے ایک دوسرے جہان کا یقین پیدا کرنے کا سامان ہمیشہ ہم پہنچایا ہے  
 اور اسی لئے مذہب کا نام دین رکھا گیا۔ دین کے اصل معنی بدلہ اور مکافات کے ہیں اور  
 مذہب حق کی بنیاد ہی مالک یوم الدین اور یوم الدین کے عقیدے پر رکھی گئی ہے  
 ان دونوں عقیدوں کے علاوہ اور بھی ضروری عقائد ایمانِ اسل۔ ایمان بالکتب ایمان  
 بالملائکہ میں جن کا خلاصہ ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر ہے۔ یہی ہدایت الہی  
 ہے۔ اور اسی کی تمام انبیاء علیہم السلام نے تعلیم دی ہے اور اسی کی کامل و مکمل حالت  
 کا نام اسلام ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ كَرَّارًا | یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

مذہبِ اسلام انسان کو سعادتِ انسانی سے ہمکنار کرنے اور اس کو اُسکے مقصود و حجت  
 تک پہنچانے کے لئے ایک مکمل و روشن قانون ہے جو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے  
 اول اصلاح عقائد جس کا نام ایمان ہے۔ دوم تعلیم عبادات۔ سوم تہذیب اخلاق۔ چہارم  
 درست معاملات۔ اسلام یعنی مذہب حق کی بنیاد اور اولین چیز ایمان و عقائد کی درستی و  
 اصلاح ہے اختیار و ارادہ رکھنے والا انسان ہی قانونِ مذہب کا مکلف ہوتا ہے اور باختیار  
 ارادہ انسان کی روح اور فطرت سے تعلق رکھنے والے خیالات و عقائد کی اصلاح سے پہلے اُس  
 اعمال یعنی عبادات و اخلاق و معاملات کی حقیقی اصلاح ممکن نہیں لہذا اسلام نے سب

بیاہ عقائد کی اصلاح پر زور دیا اور عقیدہ یعنی ایمان کو عمل کی روح قرار دے کر  
 اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کا اعلان کیا۔ اور ایمان کو اعمال پر بہر حال مقدم رکھا اور ہر  
 عمل صاحب کے لیے ایمان کی شرط کو لازمی قرار دیا۔ جو شخص ایمان و عقیدہ کی اصلاح و  
 رستی کو غیر ضروری قرار دیتا ہے، وہ اسلام اور مذہب کی حقیقت سے یقیناً ناواقف  
 نا آشنا ہے اور منافق دوسن میں کوئی فرق نہیں تسلیم کرنا چاہتا۔

ثَمَّنْ يَعْمَلُ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ | پس جو کوئی اچھے کام کرے اور وہ مومن ہو تو اس  
 فَلَا كُفْرَانَ لِسَعِيهِ | (الانبیاء - رکوع ۱۷) | کی کوشش کی ناقدری نہ کی جائے گی۔

جن لوگوں نے اپنے عقیدہ کو صحیح اور درست۔ کیے بجز اعمال بجلائے شروع کر دیے ان کو  
 ذرا بک دیا گیا کہ :-

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اِمْنَا قُلْ لَمْ تُوْمِنُوْا  
 وَلٰكِنْ قَوْلُوْا اٰمَنَّا وَاَمَّا يَدْحُلُّ الْاِيْمَانَ  
 فِيْ قُلُوْبِكُمْ رَاٰحِرَاتٍ - (رکوع ۱۲)

اعراب لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اُن سے کہہ دو کہ تم  
 ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہو کہ ہم فرما بردار ہوئے ایمان  
 ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

بلکہ جسے ایمان کی ضرورت انکار کیا اُسکے اعمال کا رت قرار دے کر آخرت میں اُس کو  
 خسراں زدہ بتایا۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَ  
 هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (المائدہ - ۱۱)

اور جو شخص ایمان سے انکار کرے اُس کا عمل ضائع ہوگی  
 اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے والوں میں سے ہے۔  
 اور ایمان و عقیدہ کی رستی کو نتیجہ خیز اور ثمر نواز خیبر فرمایا :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضَيِّعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ  
 بِالنَّاسِ لَعَوِّفٌ رَّحِيْمٌ (البقرہ - رکوع ۱)

اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے  
 اللہ تو لوگوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

قرآن مجید میں نہ صرف عقیدہ و ایمان کی رستی و اصلاح پر ہی زور دیا گیا ہے بلکہ  
 تعلیم فرمودہ اور پیش کردہ عقائد کے درست اور صحیح اور ضروری ہونے کے دلائل بھی بڑی  
 کثرت سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ دلائل عقلی بھی ہیں اور فطرتی بھی۔ نظائر قدرت اور  
 مثال و نظائر بھی پیش کئے گئے ہیں اور انسانی بنذبات و عادات اور مشاہدہ



عالم سے بھی۔ نفسی بھی ہیں۔ اور آفاقی بھی۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور و شور اور طاقت کے ساتھ جس عقیدہ کو پیش کیا گیا ہے وہ توحیدِ الہی کا عقیدہ ہے کہ اس کی ذات و صفات و اسماء میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے جس کا لازمی نتیجہ توحید فی العبادت ہے کہ خدایتعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ بنایا جائے۔ اسی کی طرف قرآن مجید نے سخت سخت تاکید فرمائی اور پورا پورا زور دیا ہے۔ یہی اصل مذہب اور یہی حقیقت دین اور یہی انسان کا سب سے اہم فرض ہے اور اسی سے انسان اپنی شرافت کے مقام پر فائز رہ سکتا اور اپنی حقیقی شان کو پاسکتا ہے۔

عبادت کہتے ہیں انتہا درجہ کے تذل اور انکساری کو اور اس اظہار فرمانبرداری کو جس کے ساتھ اظہار عاجزی ہو۔ ظاہر ہے کہ عاجزانہ فرمانبرداری جس کی کیجائے وہ خدا ہی ہو سکتا ہے۔ دوسرا نہیں ہو سکتا۔ انسان اپنے کمال اور اپنی سعادت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اپنی پوری طاقت کو خدایتعالیٰ ہی کی کامل فرمانبرداری میں نہ لگا دے اسی خدایتعالیٰ نے انسان کی پیدائش کی غرض عبادت بیان فرمائی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ  
 (الذاریات - رکوع ۱۲)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا۔ مگر اسیلئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (فاتحہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ  
 (الانعام رکوع ۱۳)

اُسکے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا پس اسی کی عبادت کرو

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکہف) اور چاہیے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي  
 وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ - رکوع ۱۱)

بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔

وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ اور اپنے رب کی عبادت کیجئے جا یہاں تک یقیناً آئیوالی موت تک نہ

راجحہ - رکوع ۶

آئے ۱۰

إِلَّا إِلَهَ إِلَّا مَا نَا فاعْبُدُون ۝ والا نبیاء رکوع ۶ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

إِنِ انْحَكُمُ إِلَّا لِلَّهِ ۝ أَمْ أَلَّا تَعْبُدُونَ ۝ حکم تو بس اللہ ہی کا ہے اُسے حکم دیا ہے کہ تم سوائے اُسے

إِلَّا آيَاتُهُ ۝ ذَٰلِكَ الَّذِي تُلْقُونَ ۝ وَلَا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ

يَكْفُرُونَ ۝ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (یوسف - ۱۵) جانتے نہیں ہیں ۱۰

وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاتُهُ ۝ اور میرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اُسے سوا کسی کی عبادت

دہنی اسرائیل - ۱۳

نہ کرو

## کسی قسم کی فرمانبرداری غیر خدا کے لیے نہیں!

یہ بتا کر کہ فرمانبرداری کا انتہائی اور اعلیٰ ترین درجہ یعنی عبادت جس طرح خدا کے سوا دوسرے کے لیے نہیں اسی طرح اطاعت (جسے معنی میں برضا و رغبت حکم کی تعمیل کرنا بھی خدا کے سوا دوسرے کے لیے نہیں جیسا کہ اوپر قرآن مجید ہی سے ثابت کیا جا چکا ہے) ۱۰

استعانت یعنی مدد طلب کرنا بھی عبادت و عاجزی کا اظہار ہے لہذا اسے متعلق بھی نہیں کہو بتایا کہ خدا کے سوا کسی کو مستعان نہ سمجھے ۱۰

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ (الفاتحہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں

وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ (الانبیاء - ۱۰) اور ہمارا رب رحمن ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے۔

فرمانبرداری کی ایک شان اتباع ہے جسے معنی میں کسی کے نقش قدم پر چلنا اُسے

متعلق بھی فرمایا کہ حکم خدا کے خلاف کسی کی اتباع نہ کرو۔ خدا و رسول کے سوا کسی کے پیچھے نہ چلو

اسکا ثبوت اوپر گزر چکا ہے ۱۰



تسلیم کے مفہوم میں بھی فرمانبرداری موجود ہے۔ اسکا مادہ سلم ہے اسی سے اسلام کا لفظ مشتق ہوا جسکے معنی ہیں "سلامتی میں داخل ہونا اور اپنے آپ کو پورے طور پر خدایتعالیٰ اور اُسکے احکام کے سپرد کر دینا" تسلیم کے معنی ہیں خدایتعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی رہنا اور احکام الہی کی پوری پوری فرمانبرداری کرنا لہذا اسکو بھی خدایتعالیٰ ہی کے لیے مخصوص کیا۔

أَسَلَّمْتُ لِلرَّبِّ الْعَالَمِينَ ط (البقرہ - ۱۱۳) میں تمام جہانوں کے رب کی جناب میں اپنی گردن جھکاتا

یعنی اسی کی اطاعت کرتا ہوں +

قُلْ إِن هُدَى اللّٰهُ هُوَ الْهُدَىٰ وَأُضِلَّنَا لِنُسَلِّمَنَّ لِلرَّبِّ الْعَالَمِينَ ط (الانعام - رکوع ۹) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں کے پروردگار کی فرمانبرداری کریں

وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ط (لقمان - رکوع ۳) اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیتا اور وہ احسان کرنا والا ہے تو اُس نے ایک پائدار جائے گرفت کو مضبوطی سے پکڑ لیا

وَأَمْرٌ أَنْ أُسَلِّمَنَّ لِلرَّبِّ الْعَالَمِينَ ط (المؤمنون) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف رب العالمین ہی کی فرمانبرداری کرتا ہوں دین کے اصل معنی مکافات اور بدلہ کے ہیں لیکن یہ لفظ فرمانبرداری کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے اور دعا بھی فرمانبرداری و اطاعت کو ظاہر کرتی ہے۔ لہذا فرمایا کہ :-

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ط (الاکاف) فرمانبرداری کو اللہ ہی کے لیے خالص کرتے ہوئے اُس کی عبادت کرو۔ یاد رکھو خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لیے ہے۔ (الزمر - رکوع ۱۱)

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ط (الاحقاف - ۲) جو اللہ کے سوا دوسروں سے مانگتے ہیں وہ دوسرے تو ایسے ہیں کہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں۔

اسی طرح توکل یا بھروسہ کرنے میں عاجزی اور فرمانبرداری کا مفہوم موجود ہے توکل کوئی خدایتعالیٰ ہی کے لیے مخصوص کیا کہ خدا کے سوا کسی دوسرے پر توکل نہ کرو۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اللّٰهُ سِرِّي لِي كَافِي ط (صافات) اللہ میرے لیے کافی ہے صرف وہی ایک معبود ہے اسی پر میرا بھروسہ

هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ (التوبہ - ۱۶)

اور وہی عظیم الشان تخت حکومت کا مالک ہے

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنْتَبْنَا وَ  
إِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ (الممتحنہ - رکوع ۱)

اے ہمارے پروردگار ہم تجھ ہی پر پھردسہ کرتے ہیں تیری ہی  
طرف رجوع ہوتے ہیں اور تیرے ہی پاس ہمیں پناہ مل سکتی ہے  
اسی طرح قنوت کے معنی عبادت، فرمانبرداری اور سکوت ہیں۔ لہذا اس کی نسبت  
فرمایا وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ اور فرمایا وَأَقْنُوا لِلرَّبِّ عَزُودًا  
کے معنی التجا کرنا تعلق اور پناہ طلب کرنا ہیں، اس میں بھی فرمانبرداری کا مفہوم ہے، لہذا  
اس کو بھی خدا ہی کے لیے مخصوص کیا۔ مثلاً قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْآسِیٰ اور فرمایا أَعُوذُ بِاللَّهِ  
أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ اور فرمایا وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّيٰ اور فرمایا إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ پھر مشرکوں کی نسبت  
فرمایا رِجَالٌ مِّنَ الْأَنْسِیِّ عَوْدُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْأَنْجَنِ

غرض جمیع اقسام و انواع اطاعت و فرمانبرداری کو صرف خدا کا حق ٹھہرا کسی دوسرے  
کی فرمانبرداری کو شرک قرار دیا اور انسان کو ڈرایا کہ:-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ  
مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ  
بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا (النساء - ۴)

یقیناً خدا تعالیٰ نہیں بخشتا اس گناہ کو کہ اُسکے تھنا شرک  
بنایا جائے اور جو اس شرک کے علاوہ ہے وہ جسے چاہتا ہے  
بخشتیتا ہے اور جو شخص اس کے تھنا شرک کرتا ہے وہ ایک بڑی گناہ تراشتا ہے

پھر اسی توحید کو ذہن نشین کرنے کے لیے انسان کو آگاہ کیا۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ  
جَمِيعًا مِّنْهُ ط (الباقیہ - رکوع ۲)

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو  
خدا نے اپنی جناب سے تمہارے کام میں لگا دیا۔

اور فرمایا:-

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ  
وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ  
ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَنْ  
يُّجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَ

کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور  
جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا دیا اور تمہاری ظاہری اور  
باطنی نعمتوں کو پورا کیا ہے اور لوگوں میں سے وہ بھی  
ہے جو اللہ کے بارے میں جھگڑتا ہے حالانکہ نہ اُسکے پاس



کَلَّا كِتَابٍ مُّنبِئٍرِهٖ رَفَعَانِ - رُكُوع ۳۰ | علم ہے اور نہ ہدایت اور نہ روشن کرنیوالی کتاب -  
 تسخیر کے معنی ہیں غالب ہو کر مغلوب کو کسی کام میں لگانا اور اپنے منشا کے موافق چلانا۔  
 مسخر وہ چیز ہے جو خاص کام میں لگائی گئی۔ اسکا مادہ سخر ہے جسے معنی کسی کی تحقیر کرنا اور اسپر  
 سبوتاہیں غرض مسخر کا حقیر و کم رتبہ ہونا بہر طور عیاں ہے۔ مدعا یہ کہ خدائیتعالیٰ نے انسان کو  
 مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تمام چیزوں کو تمہاری خدمت گزار پر مامور کر دیا ہے اور انسا  
 کا مرتبہ بلند و مرتب بنا یا ہے اور اس کو کسی کا خادم نہیں بنایا یہ صرف واحد و لا شریک خدا  
 ہی کا غلام ہے اور اسکو صرف خدا ہی کے احکام کی فرمانبرداری کرنی ہے خدا کے سوا یہ  
 نہ کسی کا غلام بن سکتا ہے۔ اور نہ کسی سے خوف زدہ ہو سکتا ہے۔

لَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (البقرہ - ۱۸۰) | تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ اللہ سے ڈرو۔

لَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ | اگر تم مومن ہو تو لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔

رآل عمران - ۱۱۸

انسان جب پورا پورا موصدا اور مومن بن جائے گا اور خدا کے سوا کسی دوسرے کے آگے گردن  
 نہ جھکائے گا تو وہ وسیع النظر بھی ہوگا اُس کی قوت عمل بھی زندہ رہے گی اُس کو آزادی ضمیر اور  
 بلند معنی حاصل ہو جائے گی اور خدائیتعالیٰ نے اُسکو جو اختیار و ارادہ عطا فرمایا ہے وہ اپنے  
 اختیار و ارادے کو آزادی کے ساتھ استعمال میں لا کر اپنے مستقبل یعنی اپنی خردی زندگی کو بہتر  
 بنا سکے گا جس طرح اکیلے خدا کا پرستار و فرمانبردار بن کر انسان سب کا مخدوم و آقا بن جاتا ہے۔  
 اسبطرح خدا کے سوا کسی دوسرے کا پرستار و فرمانبردار بن کر سب سے زیادہ ذلیل و پلید اور سب سے  
 ناکارہ جبے توقیر ہو کر اپنے لیے تمام ترقیات اور حصول سعادت کے دروازے بند کر لیتا اور اپنی شرف  
 کے بلند ترین مقام سے گر کر رذالت کی تحت شری میں پہنچ جاتا ہے۔ انسانی آزادی ہی کا نام  
 اطاعت الہی ہے اور خدائیتعالیٰ نے انسان کو نعمت آزادی سے منمتع کرنے کے لیے ہی اپنی  
 طرف سے ہدایت وحی اپنے رسولوں کے ذریعہ بھی ہے۔ کلام الہی نے سب سے زیادہ بلند آہنگی کے  
 ساتھ اس بات کا اعلان کیا ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی کے آگے اظہار تذلّل نہ کرے۔

کے سوا کسی کے آگے گردن نہ جھکائے۔ خدا کے سوا کسی سے حاجات نہ مانگے۔ خدا کے سوا کسی کو نہ پکائے۔ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ خدا کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرے۔ خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت اور خدا کے بھیجے ہوئے ہادی کے سوا کسی کے پیچھے نہ چلے۔ یہی ایمان باللہ کی حقیقت ہے اور اسی میں دینی و دنیوی کامیابیوں کا راز مضمر ہے اور اسی کے ذریعہ دنیا میں طاغوتی طاقتوں کو مٹا کر الہی حکومت قائم ہو سکتی اور اسی کے ذریعہ ایک انسان دوسرے انسان کا ہمدرد وہی خواہ بن سکتا اور اسی کے ذریعہ ہر ایک انسان کی آزادی محفوظ ہو سکتی اور اسی کے ذریعہ نظم اور نظام انسانوں میں قائم ہو سکتا ہے، اور نوع انسان اس دنیا میں جتنی زندگی کا نمونہ دیکھ سکتی ہے۔ جہاں غیر اللہ کی فرمانبرداری و اطاعت انسان نے اختیار کی اور نظم و نظام درہم برہم ہوا اور انسان اپنی شرافت انسانی سے جدا ہوا اور اس کی دنیوی و آخروی زندگی رذالتوں اور نجاستوں سے پڑ ہوئی ہے

عزیزے کہ از در گمش سر نیافت

بہر در کہ شدید عزت نیافت !

نسل انسانی کی تمام بربادیوں تباہیوں اور گروہ بندیوں کا راز اسی میں پنہاں ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی اطاعت کو خالص نہ رکھ کر دوسروں کی اطاعت کا جو اپنی گردن پر رکھتا اور دوسروں کو خدا بناتا رہے خواہ وہ جھوٹے خدا خواہشات نفسانی ہوں یا شیطان و جن ہوں یا چاند سوج اور ستارے ہوں یا پیر و فقیر ہوں یا بادشاہ و امیر ہوں ۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا  
فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون  
وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ خدا ہی ہمارا پروردگار ہے پھر  
اسی سیدھی راہ پر قائم رہتے ہیں تو ان پر کوئی خون نہیں  
اور نہ وہ غمگین ہونگے ۔

(الاحقاف - رکوع ۱۲)

الذین آمنوا وکانوا یتقون ہ لہم  
الجنۃ فی الحیوۃ الدنیاء و فی الاخرۃ ط  
لا یندیل بکلمات اللہ ذلک ہوا الفوز العظیم  
وہ لوگ جنے ایمان لئے اور تقویٰ شعار بنے ان کے لئے دنیا  
کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں  
بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے ۔



وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آتَانَا مِنْ ذِكْرِهِ الْوَسْطَىٰ وَهُوَ  
 مَوْمِنٌ فَلْيَنْحَدِثْ حَيَاةً طَيِّبَةً ۗ وَ  
 لَبَّرَ يَنْهَمِرًا جَمْرًا حَسَنًا مَا كَانُوا  
 يَعْمَلُونَ ۗ (داخل - رکوع ۱۳)

ایمان باللہ اور انسان کی حقیقی آزادی کی اصلیت کو مجروح کر نیچے لئے شیطانی طاقتوں نے مشطائون کو ہمیشہ یہ فریب دیا ہے کہ اسلام چونکہ سلامتی اور فرمانبرداری کا مذہب ہے اور سلم کے معنی فرمانبرداری ہیں۔ لہذا مسلمان کو ہر شخص کا بلا چوں و چرا فرمانبرداری بنانا چاہیے اور ہر شخص کو خدا کی انڈیا ریڈ اپنا مطارغ بنا لینا چاہیے۔ یہ شیطانی فریب بالکل اسلام کی ماہیت ہی منقلب کرنے کا چاہتا ہے۔ دن کو رات کو روشنی کو تاریکی اور زندگی کو مرگ بنا دینے پر آمادہ ہے۔ اس مذہب میں ہر ایک کی فرمانبرداری اور گردن جھکاتا ہے۔ لیکن خدا کا فرمانبرداری بنانا اور خدا کے آگے گردن جھکاتا اور خدا کو سوا ہر ایک کی فرمانبرداری سے روتی اور خدا کے سوا ہر ایک کے سامنے گردن بلند رکھنے کا حکم فرماتا اور اس کو انسانی شرافت اور نشان اسلام قرار دیتا ہے۔

موصد کہ در پئے ریزی زرشش  
 و گرتیج ہندی نہی بر سر شش

امید و ہر کسش نہ باشد ز کس  
 ہمیں ست بنیاد توحید بس

مسلمان مجلس اجاب میں اپنے دوستوں کے حکم کو بھی مانتا ہے۔ گھر میں اپنی بیوی اور بچوں کی باتیں بھی مان لیتا ہے سفر میں اپنے قافلہ سالار کا حکم بھی مانتا ہے۔ میدان جنگ میں اپنی سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، بیماری کی حالت میں طبی کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ شہر میں میونسپل بورڈ اور عدالت کے حکموں کی پابندی کرتا ہے اور اس کی تمام زندگی قاعدہ اور سٹیج میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ نتیجہ اس بات ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی کا شایع نہیں وہ خدا کے سوا کسی کو مطلق فرمانروا اور مختار ناطق لقین نہیں کرتا، اور خدا ہی کے حکم کی تعمیل میں سب کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ خدا و رسول نے جس جس کے احکام کو جہالتک ماننے کا حکم دیا ہے وہیں تک مانتا ہے اور خدا و رسول کے سوا کسی کو مطلق اور غیر مشروط طور پر فرمانروا نہیں مانتا اور چیگزیت و فرعونیت کے آگے کبھی گردن نہیں

جھکاتا اور عقل و فہم ہوتے ہوئے کبھی لایق چو پایوں کی طرح اپنے آپ کو کسی کے سپرد نہیں کرتا۔ اسی لئے کہ وہ تو صرف ایک ہی واحد و لا شریک خدا کا بندہ اور فرمانبردار بن چکا ہے اور صرف خدا ہی کے احکام بلا چون و چرا مانتا ہے۔ لہذا جب خدا و رسول کے احکام کے خلاف اُس سے کسی حکم کی تمیل چاہی جاتی ہے تو وہ فوراً انکار کرتا اور بیوی بچے، دوست احباب، قافلہ سالار، سپہ سالار، طبیب اور عامل، سب کو پرکاہ کی برابر بھی وقعت نہیں دیتا۔ اسی لئے کہ وہ خدا کا، فرمانبردار ہے اور خدا اُس سے ایسی ہی کامل فرمانبرداری چاہتا ہے اسی طرح نوع انسان میں کامل نظم اور پختہ نظام قائم ہو سکتا اور انسانی شرافت پائی رہ سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خدا تعالیٰ کی ایسی ہی کامل فرمانبرداری کی تھی اور اسی طرح ماسوا اللہ کی فرمانبرداری سے قطعاً انکار کر دیا تھا اور اسی لیے اُنہیں کامل ضبط و نظام تھا۔ اور اسی لیے وہ دنیا کے فاتح اور سب سے زیادہ مہمبار اور جانفروش و بلند حوصلہ اور ذکی و دانا قوم تھے اور اسی لیے اُنکو رضی اللہ عنہم و رضوعہ کا خطاب ملا۔

## ایمان بالیوم الآخر

ایمانیات میں ایمان باللہ کے بعد دوسرا ہم عقیدہ روز جزا یا دارِ آخرت کا عقیدہ ہے جسکا تذکرہ اوپر بھی ہو چکا ہے، انسان دنیا میں پیدا ہوتا بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مدارج چند برسوں میں طے کر کے مر جاتا ہے۔ یہ محدود چند روزہ زندگی بسر کر لینے کے بعد اگر وہ بالکل معدوم ہوتا ہے، اور اس دنیوی زندگی کے بعد اُسے کوئی مستقبل اور کوئی دوسرا جہان نہیں ہے اور جو کچھ ہے اسی زندگی کی راحت و لذت ہے تو پھر انسان کو دوسرے حیوانات پر کوئی خصوصی فضیلت و برتری حاصل نہیں رہتی۔ اسی لئے کہ اس دنیوی زندگی میں اس مادی دنیا کے اکثر سامانِ راحت و معیشت انسانوں سے بڑھ کر بعض حیوانوں کو حاصل ہو جاتے ہیں اور دنیوی سامانِ معیشت کو خدا تعالیٰ نے متاعِ قلیل کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اس دنیا کے ساز و سامان اور اس دنیوی زندگی کی راحت و آسائش کو متاعِ قلیل قرار دے کر



وحی الہی نے انسان کی اصلی اور حقیقی راحت و آسائش کا مقام ایک دوسرا جہان بتایا ہے اور قرآن مجید نے بار بار انسان کو اسی دوسرے اُخروی جہان کی طرف متوجہ کیا اور اس دُنیا کے سامان کو حقیر و بے توقیر بتایا ہے:-

يَا دُرُكْهُو دُنْيَا كِي زَنْدِ كِي كَهْلِي تَا شَا هِي اَوْر زَنْبِي و  
سَا مَان مَفَاحِشْرَت هِي اَوْر مَال وَا وِلَادِ كِي  
كَثْرَت هِي +

مَعْلَمُوا اَنَّ مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ  
زِينَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَا تَكَاثُرٌ  
فِي الْاَمْوَالِ وَا لْاَوْاْدَادِط (الحديد - ۳)

دُنْيَا كِي زَنْدِ كِي كِچھ نِهِيں هِي صَرَف كَهْلِي تَا شَا هِي  
جَوْتَقِي هِيں اُنْ كِي لِيے اَخْرَت كَا مَقَام بَهْر هِي +

مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ  
لَلْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۝

(الانعام - ۱۴)

دُنْيَا كَا سَا ز و سَا مَان تُو حَقِيْر هِي اَوْر اَخْرَت مَتَقِي  
كِي لِيے بَهْر هِي۔

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ  
مِّنْ اَتَقَى (النساء - ركو ع ۹)

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ دُنیا کی تمام چیزیں انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں اور انسان کے فائدہ کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ مذکورہ آیات میں دُنوی زندگی اور سامان دُنوی کو بے نتیجہ، بے حقیقت اور حقیر و بے توقیر بتایا گیا ہے، اس سے لازمی نتیجہ یہ برآمد ہو سکتا ہے کہ خدا نے بھتمام کارخانہ بے نتیجہ اور فضول بتایا ہے حالانکہ خدا حکیم ہے اور اُسکا کوئی کام حق و حکمت سے خالی نہیں۔ لہذا اس خدشہ کا بھی قرآن مجید نے جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ یومِ آخر پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو تو تمام خدشات دُور ہو جاتے ہیں:-

اَوْر مِہْنِے آسَا نُوْل اَوْر زَمِيْن كُو اَوْر جُو كِچھ اُنْ كِي دَرْمِيَان كِي  
كِهْلِيے هُوئے پِيْدَا نِهِيں كِيَا مِہْنِے اُنْہِيں حَق و حَكْم كِي سَا تِ كِي  
پِيْدَا كِيَا هِي لِيكِيْن اَكْثَر لُوْ ك اِس حَقِيْقَت كُو جَاتِي نِهِيں +

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَا لْاَرْضَ وَّ مَا  
بَيْنَهُمَا لِعٰبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا  
لِيٰحِقِّ وَا لٰكِيْن اَكْثَرُهُمْ كَا يَعْۡلَمُوْنَ (الذَّخٰر)

اَوْر مِہْنِے آسَا ن و زَمِيْن كُو اَوْر جُو كِچھ اُنْ كِي دَرْمِيَان -

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَا لْاَرْضَ وَّ مَا بَيْنَهُمَا

لَا عِيبَ لَهُ لَوْ أَسْرَدْنَا أَنْ نَخْتِذَ لَهُوَ الْآلَاءُ  
تَخْتِذُ نَاهٍ مِنْ لَدُنَّا إِنْ كُنَّا فَاعِلِينَ ۝

۱۲ الانبیاء - رکوع ۱۲

کھیل تماشا کرتے ہوئے نہیں بنایا۔ بلکہ کسی مصلحت کے مقصد سے بنایا ہے اگر ہمیں کھیل تماشا بنانا منظور ہوتا تو ہم اپنی جانب سے ایسا ہی کارخانہ بناتے لیکن ہم ایسا کرنے والے نہ تھے۔

مدعا یہ کہ اس تمام کارخانہ عالم کی پیدائش کا مقصد انسانی ترقی کے لیے سامان و اسباب ہم پونچانا اور انسان کو اپنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے سفر طے کرانا ہے یہ سفر خود کوئی مقصد نہیں۔ جن لوگوں نے خود اس دنیا اور دنیوی زندگی اور سامان دنیا ہی کو اپنا مقصود حیات ٹھہرایا انھوں نے یقیناً ایک لھو اور لعب کو اپنا مقصود حیات بنایا اور وہ سخت خسارے اور نقصان میں رہے :-

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ  
قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى  
جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ  
فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ  
هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَانَكَ  
فَقْنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

جو عقلمند لوگ کسی حال میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کی یاد اُنکے اندر بسی ہوتی ہے اور جبکا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اپنی حقیقت کا دروازہ کھلجاتا ہے وہ پکار اُٹھتے ہیں کہ لے ہمارے پروردگار! یہ سب کچھ جو تو نے پیدا کیا ہے بلاشبہ بیکار و عبث پیدا نہیں کیا یقیناً تیری ذات اُس کے پاکے کہ اُس سے فعل عبث صادر ہو۔ الہی ہمیں آگ غذا سے بچا لیجئے جو دوسری زندگی میں پیش آئیو الہی ہے!

داک عمران - رکوع ۱۲

سمجھدار اور غور و فکر سے کام لینے والے لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ کارخانہ عالم کسی اعلیٰ مقصد کے بغیر پیدا نہیں کیا گیا اور انکو یقین آ جاتا ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے اور اُس دوسری زندگی میں اس زندگی کے کئے ہوئے کاموں کے نتائج پیش آنے والے ہیں :-

خدا تعالیٰ نے منکرین قیامت یک جہانیوں اور متوکلین علی اللہ مومنوں دونوں کو بتایا کہ :-

وَلْيَعْلَمِ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا  
هَامِي آتِيوں کے بارے میں جھگڑا کرنے والوں کو معلوم



مَا لَهُمْ مِنْ مَّعِيٍّ ۚ فَمَا أَوْتِيْتُمْ مِنْ  
شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ  
خَيْرٌ وَّاَبْقٰ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ  
يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (الشوریٰ - رکوع ۱۳)

ہونا چاہیے کہ اُنکے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تم کو جو کچھ  
چیزیں دی گئی ہیں وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان ہے  
اور جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے  
ہیں اُنکے لیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے

دنیا اور دنیوی ساز و سامان کی بے حقیقی ظاہر فرما کر ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ جو شخص  
اس دنیا میں ایمان کے کثرت اعمال نیک بجا لائیگا وہ اس دنیا میں نیک نتائج دیکھے گا مگر  
اُسکو اُسکے اعمال نیک پورا پورا بدلہ دوسرے جہان میں ملیگا جو بہت ہی عظیم الشان ہوگا  
جسے لیے یہ جہان ناکافی ہے۔ اسی دوسرے جہان میں شرک و بدعتی کی پوری پوری  
ملے گی۔ اگرچہ یہاں بھی اُسکے کسب کردہ نتائج سامنے آجاتے ہیں لیکن اصل جزا و سزا کا مقام اور  
پوری پوری پاداش عمل اُس دوسرے ہی جہان سے متعلق ہے یعنی انسان کی اصل منزل  
سعادت و شقاوت وہی دوسرا جہان ہے نہ یہ دنیوی زندگی، یہ قرآن مجید کا تعلیم فرمودہ  
ایک ضروری عقیدہ ہے جسے بغیر ایمان نافع اور کامل نہیں ہو سکتا۔

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۗ وَعَدَّ اللّٰهُ حَقًّا  
اِنَّهُ يَبْدُؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُہٗ لِيُحْجِزَہٗ  
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ  
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ سَرَابٌ مِّنْ  
حَمِيْمٍ ۗ وَعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ  
یونس - رکوع ۱۱

اسی کی طرف تم سب لوٹ کر جانا ہے! اللہ کا وعدہ سچا ہے  
وہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اُسے لوٹاتا ہے تاکہ  
جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں انصاف کے ساتھ  
اور جو کافر ہیں اُنکے لیے کھولتا ہوا پانی پینے کو اور دوزخ  
عذاب ہے گا ایسے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

وَاِنَّ السّٰعَةَ اِتٰیۡتُہٗ لَآ رٰیِبَ فِیْہَا (الحج)

اور یہ کہ قیامت آتی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں

اَفحَسِبْتُمْ اَنْمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا ۗ وَاَنْتُمْ اِلٰیہَا  
لَا تُرْجِعُوْنَ ۗ فَتَعٰلٰی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ۗ  
المومنون - ۶

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے  
اور تم لوٹ کر ہمیں پاس نہ آؤ گے اللہ بادشاہ ہے  
فضول کام سے بُری ہے

مَنْ إِسْنَانِ الزَّمَانِ طَائِرٌ لَا فِي عُنُقِهِ  
نُجْرَجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ  
نَشُورًا ۝ إِقْرَأْ كِتَابَكَ ۝ كَفَى  
نَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝  
رَبِّ اسْرَائِيلَ رُكُوع ۱۲

اور ہم نے ہر آدمی کی برائی جہاں کو اُسکے ساتھ لازم کر کے  
اُسکے گلے کا ہار بنا دیا یعنی ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے تھا ہے  
اور قیامت کے دن ہم اُسکا نامہ اعمال نکال کر اُسکے سامنے  
پیش کر دیں گے اور وہ اُسکو اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھ لے گا اور ہم اُسکے  
کسی گنہگار ہر عمل پر بھلے اور آج اپنا حساب لینے کے لئے تو خود ہی  
کافی ہوگا

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَوَابِعْنَهُمَا  
إِلَّا بِالْحَقِّ ۝ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَأَيُّمَةٌ رَاجِعَةٌ ۝ ۱۶  
لیکن دنیا میں ہمیشہ ایسے لوگ بھی موجود پائے گئے ہیں جو دارِ آخرت اور یومِ آخرت کے  
نکر اور مرکزِ دوبارہ اٹھنے کا یقین نہیں کرتے، قریباً ہر نبی کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا اور  
انہوں نے بعثت بعد الموت کا یقین دلانے کے لئے دلائل پیش کیے اور خدا بتجسس کے  
احکام سنائے، منکرین قیامت کے اقوال بھی قرآن مجید نے بیان فرمائے ہیں۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ  
اللَّهُ مَنْ يَكْفُرُ ۝ ط (النحل - رُكُوع ۵)

اور اُنہوں نے کہا کہ صرف یہ دنیا ہی کی زندگی ہے اور  
موتے ہیں جیتے ہیں اور ہم کو زما دہی پاک کرنا ہے۔  
ظاہر ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو خدا کے تو قائل تھے مگر قیامت اور دارِ آخرت کے منکر تھے  
اور ایسے کافر ہی تھے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ  
وَحَيَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا الْكَافِرُ ۝ ۱۷ (البقرہ - ۱۷)

اور اُنہوں نے کہا کہ صرف یہ دنیا ہی کی زندگی ہے اور  
موتے ہیں جیتے ہیں اور ہم کو زما دہی پاک کرنا ہے۔  
یہ داپھی تو بعد از قیامت ہے۔

قرآن مجید نے ان سب منکرین قیامت کے بنائیت مدلل و مفصل جوابات بھی دیئے ہیں  
اور وہ قرآن مجید میں جا بجا بکثرت موجود ہیں۔ لیکن اگر آج مسلمان کہلانے والوں کے  
اعمال و خیالات و مزعومات و اقوال کا باعوان نظر مطالعہ کیا جائے تو بہت بڑی تعداد



ایسے لوگوں کی نظر آئیگی جنکا ذکر سورہ بقرہ کی اس آیت میں ہے کہ :-

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَ | اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت  
بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝۱۰۱ (البقرہ) کے دن پر ایمان لائے لیکن وہ ماننے والے نہیں۔  
یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں نے آج کل قرآن مجید میں تحریف معنوی کی گویا  
بڑی چالاکی کے ساتھ علی الاعلان شروع کر دی ہیں اور ان اعمال کو جو محض دُنیا طلبی اور  
سَمان دُنوی کی فراہمی اور خواہشات نفسانی کو تسکین دینے کے لئے کئے جائیں اور دارِ  
آخرت کے تصور سے خالی ہوں اعمال صالحہ ثابت کرنے اور سمان دُنوی کے دل سے فکر عقبے کو مٹانے  
میں مصروف ہیں اور عقیدہ و عمل کی کتابِ سنت کے معیار کیموافق اصلاح و درستی کو غیر  
ضروری قرار دے کر دُنیا پرستی اور دُنیا طلبی کو عمل صالح بتا رہے ہیں اور قرآن مجید پر یہ  
اہتمام باندھ رہے ہیں کہ اُسے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جو سب سے زیادہ دُنیا کا مالک اور  
سب سے زیادہ دُنیا کا عاشق اور سب سے زیادہ دارِ آخرت کے غافل ہے وہی سب سے زیادہ خدا کا صالح  
بندہ ہے، حالانکہ قرآنی تعلیم کے موافق ایمان کے بغیر عمل صالح کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔  
عقیدہ دارِ آخرت انسان کی نظر کو وسیع اور تمہت کو بیدار بنادیتا ہے۔ ایمان بالآخر  
سے انسان میں مشکلات کے اندر پڑنے۔ مصائب برداشت کرنے اور حق کے لئے سب  
کچھ قربان کرنے کی آمادگی پیدا ہوتی ہے اور انسان حیرت انگیز طور پر بہادر بنجاتا ہے۔  
روز جزا پر ایمان رکھنے والا کبھی مایوس نہیں ہو سکتا اور مال و دولت و اعزہ و اقارب  
کی محبت اُسکے لئے حمایت حق کے کام میں ہرگز زنجیر یا نہیں ہو سکتی۔ اُس کو نہ مال کے  
نقصان سے خوف زدہ بنایا جاسکتا ہے اور نہ جان کے جاتے رہنے سے ڈرایا جاسکتا۔  
اس لئے کہ اُس کی منزل مقصود اور اُس کا محبوب سرمایہ دُنیا اور یہ دُنوی زندگی نہیں ہے۔  
وہ دُنیا اور تمام دُنوی ساز و سامان کو اپنا آخری سرمایہ حاصل کرنے کے لئے خوشی  
سے قربان کرتا اور دُنیا کی کسی چیز اور دُنوی زندگی کی کسی بڑی سے بڑی پُر راحت و پُر  
عیش حالت کو بھی حقارت ہی کی نظر سے دیکھتا اور اس جہان سے آگے گزر کر اپنی منزل  
مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے اور اپنے دامن دل کو دُنیا کی پادشاہت سے سرداری

سپہ سالاری اور دولت مندی میں قطعاً نہیں اُچھنے دیتا لیکن وہ دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں کو اپنا غلام و خدمت گار سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ خدایتعالیٰ نے تمام چیزوں کو میری خدمت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، لہذا اگر دُنوی شان و شوکت اور دُنوی سائے سامان اُس کو ملتے ہیں تو وہ اُسے ایک خادم کی طرح کام لیتا اور خدایتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور ان غلاموں اور خادموں کو اپنا مقصود اصلی اور محبوب حقیقی ہرگز نہیں بناتا بلکہ خادموں اور غلاموں ہی کے درجے میں رکھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو طاقتور اور پادشاہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تو صرف اسیلئے کہ خدا کا بول بالا ہو اور مخلوق خدا کو راحت پہنچانے کے دستِ تم کو کوتاہ اور شیطانی طاقتوں کو تباہ کر سکے اسیلئے نہیں کہ اپنے نفس کو راحت و تسکین پہنچائے اور فرمانروائی کے مزے اڑائے۔ وہ طاغوتی لشکروں کے مقابلے میں پہاڑ بکڑوٹ جاتا ہے۔ لیکن اسیلئے نہیں کہ اپنی بہادری و شجاعت کی دہاک بٹھا کر لوگوں کی تحسین و آفریں سے لذت یاب ہو۔ بلکہ محض اسیلئے کہ اپنا فرض ادا کر کے خدا کی رضامندی اور دارِ آخرت میں بخیر حاصل کر سکے۔

## مومن اور دُنیا پرست میں فرق

جو شخص یومِ اکبر کا قائل نہ ہو اور اس دُنیا اور دُنوی زندگی کو اپنا تمام و کمال سرمایہ سمجھتا ہو۔ اس میں نہ حقیقی شجاعت و بہادری پیدا ہو سکتی ہے نہ حقیقی ایثار و قربانی دکھا سکتا ہے اُسکی نظر اسی دُنیا تک محدود رہتی ہے اور اُس کی ہمت اسی دُنیا کے عیش و راحت کو جنت اور اس دُنوی زندگی کی اذیت و مصیبت کو دوزخ قرار دے لیتی ہے۔ ارکانِ ایمان میں ایمانِ بالیومِ الاخر بہت اہم اور ضروری چیز ہے اور تمام شریفانہ جذبات اور ترقیات کے ذرائع اسی ایمانِ بالیومِ الاخر سے پیدا ہوتے ہیں دُنیا میں بہت سے لوگ ایسے موجود رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے جو زبان سے اُپنی قائل لیکن دل سے قیامت کے مُسکر یا مُشکک ہیں ایسے لوگوں کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے :-



ان الذین یمارون فی الساعۃ کفی ضلالاً بعیداً (الشوریٰ - ۱۳) جو لوگ قیامت کے متعلق شک و شبہ رکھتے ہیں وہ یقیناً سخت گمراہی میں مبتلا ہیں +

جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اُنکی تمام کوششیں دُنویٰ اغراض ہی کے لیے وقف رہتی ہیں اور وہ صرف دُنیا ہی کے متاعِ قلیل کو حاصل کر سکتے ہیں اور اُنکے دل نورِ ایمان سے بے بہرہ و تاریک اور اُنکے دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں +

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا دَمَالَةً فِي الْآخِرَةِ مَنْ نَصِيبٌ (الشوریٰ - رکوع ۳) جو آخرت کی کھیتی کا خواہاں ہے ہم اُس کی کھیتی میں برکت پیدا کرتے ہیں اور جو دُنیا کی کھیتی کا خواہاں ہے ہم اُس کو یہیں دُنیا میں دیدیتے ہیں اور اُسکے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں +

أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (الکہف - رکوع ۱۲) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور قیامت کے دن اُسکے حضور حاضر ہو نہ کرنا مانا اسلئے اُنکے اعمال اکاٹ ہو گئے ہم قیامت کے دن اُنکا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

اس دُنیا اور دُنویٰ زندگی تک نگاہ کو منحصر رکھنے والوں کے سامنے اگر اُن کی اس دون ہمتی و تنگ نگاہی کے تمام و کمال نتائج فوراً سامنے آجائیں تو پردہ اٹھ جائے اور دُنیا دارِ اُٹلا نہ رہے اور خالقِ الموت وَالْحَيٰوةِ لَيَبْلُوْكُمْ اَبْسَطًا اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ کی حقیقت ہی مجھول ہو جائے لہذا خدا تعالیٰ کی طرف سے نتائجِ اعمال کے مرتب ہونے میں جلدی نہیں ہوتی۔

وَلَوْ يَدْعُونَ اِلٰى اللّٰهِ النَّاسِ بِمَا كَسَبُوا مَا تَوَكَّلَ عَلٰى ظَهْرِهِمْ مِّنْ دَابَّةٍ وَّلَا يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَجَلٍ مُّسَمًّى (فاطر - ۵) اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کی بد اعمالیوں کے سبب پھڑے زمین پر کوئی جاندار بھی نہ بچے مگر وہ ایک معین مُنت کے لیے اُنکو ہمت دیتا ہے +

قیامت کے دن منکرین قیامت کو اصل حقیقت بخوبی معلوم ہو جائے گی، اور اُن کا کہا جائیگا:

لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكُشِفْنَا عَنْكُمْ (تو تو اس سے غافل ہی رہا پس ہم نے تیرا پردہ اٹھا دیا)

نَظَائِكَ فَبَصْرِكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۵ دق ۲ | دیا آج تیری نگاہ تیز ہے۔

جو لوگ انسان کے مقصدِ حیات کو اس دُنیا سے آگے یقین نہیں کرتے اور اپنی  
دستاہ نظری و پست ہمتی کے سبب اسی دُنوی ثروت و زیب و زینت پر یکتے ہوئے ہیں  
اور عیسائی سلطنتوں کی دُنوی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر یورپ والوں کو جتنی لوگ  
برہتی قوم اور یورپی ممالک کو بہشت بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید کی اس  
ضمون کی آیتوں پر غور کرنا موقع کہاں میسر ہو سکتا ہے کہ :-

كَلَّا تَمُدُّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا  
بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا لِنُفِثَنَّهُمْ فِيهَا ۗ وَرِزْقُ  
رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝  
(طہ - رکوع ۸)

اور یہ جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دُنوی زندگی کی آرائشیں  
دے رکھی ہیں اور ان سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں تو تیری نگاہیں  
اس پر نہ جمیں یعنی تو اے مخاطب کو لپچائی ہوئی نظر دس نہ دیکھ یہ  
سب کچھ اسلئے ہے کہ ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور جو کچھ تیرے لیے  
بخشتی ہوئی روزیجی وہی تیرے لیے بہتر ہے اور باعتبار نتیجہ کے باقی رہنے والی

زہرہ کے معنی ہیں حسن۔ سفیدی۔ پھول کی سفید کلی۔ زہرا عورت کو کہتے ہیں۔ ازہرہ  
کے معنی ہیں۔ چاند، سفید۔ روشن۔ زہرۃ الحیوۃ الدنیاء سے مراد دُنوی زندگی کے لیے  
زیب و زینت کے سامان اور حسن و خوشنمائی کی چیزیں جس میں کوٹھیاں۔ ننگے میوٹریں  
سوٹ بوٹ۔ خوشنما وردیاں، اعلیٰ درجے کے خیمے، فرنیچر میز، کرسیاں، خوش شکل و  
خوش لباس عورتیں۔ تفرج گاہیں۔ تھیٹر، سینما، ناچ گھر۔ ہارمونیم، فونوگراف، ریڈیو  
ٹوپوں اور فوجوں کی سلامیاں۔ مغرورانہ حکمرانیاں، فرعون سامانیاں۔ ریاکاریاں  
مکاریاں وغیرہ سب کچھ شامل ہے، قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام اور کامل ہدایت نامہ  
ہے، لہذا اس میں ہر زمانہ کی حالت کے موافق سامان ہدایت موجود ہے نزول قرآن  
کے وقت اگرچہ ہراقلم روم اور اکاسرہ ایران نے عربوں کے مقابلے میں بہت کچھ زہرہ  
الحیوۃ الدنیاء فراہم کر رکھا اور اس زمانے میں اسی کی طرف نظر جاسکتی تھی۔ لیکن زہرہ  
الحیوۃ الدنیاء اپنی حد کمال کو پہنچا ہوا آج یورپ اور یورپ کی سفید فام اقوام کے قبضے  
میں ہے اور اسی کی طرف بہت سے مسلمان کہلانیا والوں کی لپچائی ہوئی نظریں اٹھ



رہی ہیں اور انہوں نے رزقِ رب یعنی قرآن مجید اور تسلیمِ آلہی کو پس پشت ڈال کر یا اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان دنیا داروں اور زہرۃ الجحوتۃ الدنیا کے پرستاروں کو انعمتِ علیم اور جنتی قوم سمجھ لیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کے مفہوم کو قرآن مجید نے ایک دوسری جگہ بھی بیان فرمایا ہے۔

اور بلاشبہ ہم نے تمہیں دہرائی جائیوالی سات آیتوں کی سورت یعنی سورۃ فاتحہ عطا فرمائی اور قرآنِ عظیم اور یہ جو تمہیں انیس سے کسی قسم کے لوگوں کو زندگی کے سامان دکھائے ہیں تو تم ان کو لپچائی ہوئی نظروں سے دیکھو اور نہ ایسا ہو کہ ان کی اس دُنیا پرستی کی حالت پر غم کھائے لگو تم مومنوں کی طرف ہمہ تن متوجہ رہو اور اعلان کر دو کہ میں کھلے طور پر گناہوں کے نتائج سے آگاہ کرتا ہوں ہم نے اس سطرچ یہ قرآن تیر نازل کیا ہے جس طرح تمہیں کھانیوالی آتا رہا جنہوں نے قرآن یعنی اپنی کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَخَفَضْنَا جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ إِنِّي أَنَا الْمُنذِرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝ راحبہ۔ رکوع ۱۶

اس آیت میں لا تحزن علیہم کی تفسیر آیت کا پورا مفہوم سورہ کہف کی اس آیت جو عیسائیوں ہی کے تذکرے میں بیان ہوئی ہے بخوبی ذہن نشین ہوتا ہے کہ :-

اے رسول اگر یہ عیسائی لوگ، اس رچی بات کو نہ مانیں تو کیا تو انکے پیچھے بچ کے مارے اپنی جان کو ہلاک کر دیگا دینے والے نہیں۔ ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں زمین کی زینت کا سامان بنایا تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ کون انہیں بہترین عمل کرے والا ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسًا عَلَىٰ أُمَّتِهِمْ ۚ إِن كُنتُم مِّنْهُمْ لَبَدَلًا ۚ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِيُذَبَّرَ لَهَا لِيَؤْمِنُوا ۚ بَعْدَ الْحَدِيثِ إِسْمَاءُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِيُذَبَّرَ لَهَا لِيَؤْمِنُوا ۚ بَعْدَ الْحَدِيثِ إِسْمَاءُ ۚ

جعلوا القرآن عضین کا مطلب بھی یہ ہے کہ اہل کتاب (یہودی و عیسائی) لوگوں نے اپنی کتاب کے کچھ حصوں کو قابل عمل اور کچھ حصوں کو ناقابل عمل قرار دیا۔ اور کچھ حصوں کو چھپایا اور کچھ حصوں کو ظاہر کیا یا یہ کہ اس قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض صداقتوں کو تسلیم کیا اور بعض کا انکار کیا۔ آج بھی یورپ والوں کو دیکھ لو کہ قرآن مجید کی جو اس دُنوی زبان کے متعلق بھی صحیح اور نچتہ اصولِ تعلیم فرماتا ہے، بہت سی باتوں پر عمل کر کے انکے نتائج :-

جعلوا القرآن عضین کا مطلب بھی یہ ہے کہ اہل کتاب (یہودی و عیسائی) لوگوں نے اپنی کتاب کے کچھ حصوں کو قابل عمل اور کچھ حصوں کو ناقابل عمل قرار دیا۔ اور کچھ حصوں کو چھپایا اور کچھ حصوں کو ظاہر کیا یا یہ کہ اس قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض صداقتوں کو تسلیم کیا اور بعض کا انکار کیا۔ آج بھی یورپ والوں کو دیکھ لو کہ قرآن مجید کی جو اس دُنوی زبان کے متعلق بھی صحیح اور نچتہ اصولِ تعلیم فرماتا ہے، بہت سی باتوں پر عمل کر کے انکے نتائج :-

متمتع ہیں۔ لیکن اس کی بہت سی اصولی تعلیمات کا انکار کرتے اور خدا و قیامت رسالت وغیرہ کے منکر ہیں۔ اور اسی لیے اُنکے تمام اعمال اور اُنکے تمام ساز و سامان روحتانیت سے خالی اور سمیت سے پر ہیں اور اُن کو للچانی نظروں سے وہی شخص دیکھ سکتا ہے جس کا نصب العین یہی دنیا اور دنیوی زندگی ہو لیکن جس کا نصب العین اخروی زندگی اور رضائے الہی ہے وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے لیے کرتا ہے اور اس ارشادِ الہی کو پیش نظر رکھتا ہے کہ :-

وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرًا فُرُطًا ۗ (الکہف - رکوع ۱۴) پڑھا ہے اور اُس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے +

کتاب الہی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور اپنی نفسانی خواہش اور ذلیل مقصد کے لیے کتاب الہی کے بعض حصوں کو بطور ثبوت پیش کر دینا اور بعض حصوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا اور اس طرح کتاب الہی کی اصل تعلیم کو مستور و محجوب کر دینا اہل کتاب مشرکوں کا کام ہے جنکو مخاطب کر کے قرآن مجید فرماتا ہے :-

أَفْتَوْهُمِنُونٍ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ (البقرہ - رکوع ۱۰) کیا تم کتاب الہی کے ایک حصہ کو مانتے اور ایک حصہ کو انکار کرتے ہو (کتاب الہی کو مانتے بھی ہو اور نہیں مانتے)

مسلمانوں کی ذلت و مغلوبیت اور نحوست و رسوائی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ قرآن مجید کی طرف سے بے پروا اور غافل ہو گئے اور اُن کی نظر میں قرآن مجید کی اتنی بھی وقعت و عظمت باقی نہیں رہی جتنی کسی خود ساختہ لیڈر کے مفہومات کی۔ نہ اُنکے لیڈروں کو یہ توفیق کہ وہ قرآن مجید کی رہبری میں خود چلیں اور لوگوں کو چلائیں اور نہ لوگوں کو اس کا خیال کہ وہ اپنے رہبروں سے ہدایت قرآنی کا مطالبہ کریں۔ آیات قرآنی کی تلاوت



کو مجلسوں کے پروگرام کی زینت بنالینا کافی سمجھ لیا گیا ہے اور قرآنی آیتوں کے مطلب کو توڑ مڑ کر بیان کر دینے کا نام قرآن دانی و قرآن فہمی رکھا گیا ہے اور اسی طرح مسلمان کہلانے والے گمراہوں کے لیے اور بھی زیادہ سامان گمراہی فراہم ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ قرآن کی طرف سے مسلمانوں نے منہ پھیر لیا ہے یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مہجورا

## مسلم نما دنیا پرستوں کے کارنامے

جیسے نسل انسانی زمین پر آباد ہوئی اسی وقت سے دو طاقتیں برابر مصروف جنگ میں ایک حق کی طاقت ہے اور دوسری باطل کی ان دونوں کو ٹور و ظلمت یا ہدایت و گمراہی بھی کہا جاسکتا ہے، یہ حق و باطل یا ٹور و ظلمت کی جنگ بر جا رہی ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اس جنگ عظیم میں حصہ لینے والے سب سالار تبدیل موتے رہتے ہیں۔ مگر جنگ کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا حق ایک حالت میں ہے اور ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے گا اس کی حفاظت و قیام کے لیے آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک انبیاء علیہم السلام مبعوث اور ان انبیاء کے جانشین پیدا ہوتے رہے، ایران، ہندوستان چین عرب اور مصر وغیرہ کوئی ملک اور کوئی گروہ نسل انسانی کا ایسا نہیں گزرا جس میں حق کے حامی، حق کے قایم کرنے والے اور حق کی فوجوں کے سب سالار یعنی انبیاء علیہم السلام مبعوث نہ ہو ہوں۔ سب کا ایک ہی مقصد اور سب کا ایک ہی کام تھا یعنی نسل انسانی کو صرف خدا کا بندہ۔ خدا کا غلام اور خدا کا فرمانبردار بنا کر سب کی بندگی۔ سب کی غلامی اور سب کی فرمانبرداری سے آزاد کر دیا جائے۔ باطل اسکے خلاف ہمیشہ انسان کو خدا سے جدا اور غیر خدا کا غلام بنانے کی کوشش میں انواع و اقسام کے روپ بدلتا اور طرح طرح کے فریبوں سے کام لیتا رہا ہے، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ و فرعون کی معرکہ آرائی حق و باطل کی معرکہ آرائی تھی عاد و ثمود اور ہود و صالحؑ کا ہنگامہ بھی حق و باطل ہی کا ہنگامہ تھا، ابو جہل اور مکہ کے بت پرست اگر باطل کے اہلکار تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق کے سردار اور عظیم تھے۔ غرض یہ حق و باطل کی کش مکش دنیا میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور ہمیشہ باقی

رہے گی :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جب باطل میدان جنگ میں اپنی تیر و تلوار کی طاقتیں استعمال کر کے حق کے مقابلے میں شکست فاش کھا چکا تو اس نے فریب کے ہتھیار سے کام لینا شروع کیا اور عبداللہ بن ابی کے بروز ثانی عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی نے اسلامی جامعین کربنی امیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی عداوت و عصبیت کو جو دین حق کے اثر سے مُردہ ہو چکی تھی پھر زندہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب مدینہ منورہ میں اُس کی دال نہ گلی تو بصرہ و کوفہ و دمشق و قاہرہ پہنچ کر اُن نو مسلموں کو جن کی نظر کتابِ آلہی کی طرف پورے طور پر مبذول نہ ہوئی تھی متاثر کر کے فساد کا دروازہ کھول دیا اور ۳۰ سے ۴۰ تک عالم اسلام کو مبتلائے مصائب رکھا آخر حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس فتنہ کا خاتمہ کیا :-

چند ہی روز بعد مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی نے ہمدردی اسلام کا جامہ پہن کر اور شہادت امام حسین علیہ السلام کے تذکرے کو آلہ کار بنا کر مسلمانوں کو فریب دیا۔ علویوں کو حکومت دلانے کا ارادہ ظاہر کر کے ایک معقول گروہ اپنے گرد جمع کر لیا اس طرح کوفہ کی چھاؤنی میں جہاں جاہلوں کی کثرت تھی۔ حکومت و اقتدار حاصل کرنے کے بعد بتدریج لوگوں کو مشرک بنانا شروع کر دیا۔ مسجد میں ایک کرسی مُرصع صندوق کے اندر رکھی گئی اور ہر نماز کے بعد اُس صندوق کو بوسہ دینا لازمی قرار دیا۔ جب حماقت مآل لوگوں نے اس کو قبول کر لیا تو پھر بتدریج الہامِ دوحی اور نبوت کا مدعی بن کر اُنکو گمراہ و بیدین بنایا۔ آخر ۱۲ رمضان المبارک ۶۰ھ کو حضرت محصب بن زبیر نے مختار کو شکست دیکر قتل کیا اور اس فتنہ کا خاتمہ ہوا :-

پہلی صدی ہجری کے ختم اور دوسری صدی ہجری کے شروع ہونے پر بنی امیہ کی قائم شدہ عظیم الشان سلطنت کے مٹانے اور برباد کرنے کے لیے سازشی کارروائیاں شروع ہوئیں۔ محمد بن علی عباسی نے عراق و فارس ایران و خراسان و سندھ وغیرہ مشرقی علاقوں میں اپنے منادوں کو تعلیم دے دے کر اور اُن سے حلف اور معاہدے



لے لے کر خفیہ طور پر مبلغین مذہب کی شکل میں بھیجا شروع کیا اور ان مبلغین نے ناواقف  
جاہل مسلمان اور مجوسی النسل نو مسلموں کو جو تعلیمات قرآنیہ سے کما حقہ واقف نہ تھے  
حقیقت اسلام کے خلاف خود ساختہ عقائد و اعمال کی تعلیم اسلام کے نام سے  
دینی شروع کی۔ اشخاص سستی کے ملعون جذبہ کو بیدار کر کے اور حلف لے کر جانبا زوں  
کی جماعتیں تیار کرنی شروع کر دیں، چنانچہ محمد بن علی کی امارت و امامت کے لئے خفیہ طور پر  
جانبا زوں کے جتنے جا بجا تیار ہو گئے ان منادوں میں سے حرث بن شریح ازدی کے <sup>۱۶</sup> ساتھ  
ہیں سب سے پہلے خراسان کے شہر فاراب میں چار ہزار جانبا زوں کی جماعت کے ساتھ  
خلافت نو اُمیہ کے خلاف خروج کیا۔ اور نصر بن سیار حاکم بلخ کو شکست دے کر بلخ  
پر قابض ہو گیا اسکے ساتھ ہی جو جان د مرد و غیرہ کے منادوں نے بھی اپنے اپنے  
جانبا زوں کی جماعتوں کے ساتھ خروج کیا اور تمام خراسان فتنہ و فساد کا گہوارہ بن گیا  
اور دو تین سال تک یہ فتنہ برپا رہا۔ اس فتنہ کو عاصم بن عبد اللہ حاکم مرو کی  
کوشش سے فرو ہوئے کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ۱۲۲ھ میں زید بن علی نے اپنی  
مختفی طور پر تیار کی ہوئی جماعت کو لے کر کوفہ میں خروج کیا لیکن گورنر کوفہ سے جب قابض  
ہوا تو زید بن علی کے اکثر جانبا زوں کو اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے اور زید بن علی <sup>عانتقل</sup>  
ہوئے محمد بن علی جن کا قیام گاہ شام کے مقام حمیم میں تھا سلطنت نو اُمیہ کی بربادی  
کے نظام کو بڑی ہوشیاری سے چلا رہے تھے، جب کوئی مناد یا نقیب حکومت وقت  
کے مقابلے میں مارا جاتا تو محمد بن علی کی طرف سے دوسرے نقیبوں کے پاس پیام پہنچتا کہ  
کاشکرا اور کہ کوششیں کامیاب ہو رہی ہیں اور اب اپنی موت کے منتظر ہو۔ ان <sup>سب</sup>  
خاطر خواہ اثر ہوتا۔ آخر از فاش ہوا اور خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے محمد بن علی کو  
گرفتار کر کے مقید و نظر بند کر دیا ۱۲۴ھ میں محمد بن علی کا انتقال ہوا اور محمد بن علی کو  
بیٹا ابراہیم بن محمد اس خفیہ جماعت کا امیر تسلیم کیا گیا ۱۲۵ھ میں خلیفہ ہشام بن  
عبد الملک کا انتقال ہوا۔ ایک نہایت چالاک ہوشیار ایرانی النسل نوجوان ابو سلم نامی جو  
آپ کو گورنر کیانی کی اولاد میں بتاتا تھا امام ابراہیم کے ہاتھ لگ گیا اس کو تمام

اور منادوں کا افسر بنایا گیا، ابوسلم نے نبوائیہ کی حکومت کا تختہ الٹ دینے میں سب سے زیادہ کام کیا اور ۳۲ھ میں یہ انقلاب عظیم واقع ہوا جس کے بعد مسلمانوں کی ایک عظیم الشان خلافت کئی حصوں میں تقسیم ہو کر پارہ پارہ ہونی شروع ہوئی یہ کوشش اور سازش جن لوگوں نے کی وہ مسلمان ہی تھے لیکن خواہشات نفسانی اور عصبیت خاندانی کے جذبہ سے مغلوب اور تعلیم قرآنی کی طرف سے غافل ہو گئے تھے۔

اسی دوسری صدی ہجری میں اقصائے مغرب دربربر کے علاقے میں صالح بن طریف نامی ایک شخص نے وہاں کے غیر مذہب غیر تعلیمیافتہ مسلمان قبائل میں اپنی امارت منبراری قائم کرنے کے لیے طرح طرح کی بدعتیں گھسیاں پھیلانے میں زہوت کا مدعی ہوا نماز کے طریقہ کو بدلا۔ رمضان کے عوض رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیا، غسل جنابت کو ممنوع قرار دیا۔ لوگ اُسے اس قدر معتقد ہوئے کہ وہ جس کی تنہلی پر تھوک دیتا وہ اُسکو چاٹ لیتا تھا۔ اُس نے اپنی دینی و دنیوی دونوں قسم کی حکومت قائم کی۔ اور عرصہ دراز تک اسی حالت میں رہا۔

اسحاق اقرس مغربی نے جو انتہا درجے کا چالاک و عیار شخص تھا اصفہان میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزار ہا مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ ۵۱ھ میں استاجیس یا افراسیاب نامی ایک شخص نے خراسان میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور تین لاکھ کے قریب مسلمان اُسے مرید ہو گئے بہرات، بادغیس اور سیستان کے لوگ اُسے جہنم کے نیچے جمع ہو گئے اور اُس نے خراسان کے ایک بڑے حصے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ منصور عباسی خلیفہ بغداد کی فوجوں کو کئی مرتبہ شکست دی ایک میدان جنگ میں استاجیس کے ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر بڑی مشکل سے اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔

خلیفہ مہدی عباسی کا عہد حکومت تھا کہ ۱۵۹ھ میں حکیم مفتح نے جو بڑا ہوشیار چالاک شخص تھا خراسان میں خروج کیا اور مذہبی رہنمائی اور رسالت کا مدعی بن کر لوگوں کو اپنا گرویدہ و معتقد بنا لیا اور پھر چند شعبے دکھا کر خدائی کا دعویٰ کیا اور عباسی خلیفہ کی فوجوں کو بار بار شکست دی آخر قلد بسام میں ۳۲ ہزار آدمیوں کے ساتھ محصور ہوا جب محاصرین نے زیادہ زور ڈالا تو تیس ہزار آدمی حاضرین سے امان طلب کر کے نکل آئے



اور دو ہزار مُقنّع کے ساتھ قلعہ میں رہ گئے آخر مقنّع نے مجبور ہو کر خودکشی کی اور تسلّمہ مفتوح ہوا۔

دوسری صدی ہجری کے خاتمہ اور تیسری صدی ہجری کے آغاز میں عبد اللہ بن میمون اہوازی نے ایک جدید باطنی فرقہ کی تاسیس و تبلیغ کی اور اسلام کے روشن چہرے کو الحاد و زندقہ کی آمیزش سے مکدر کرنا چاہا اسکے معاندین و حواریں میں خافت نامی ایک چالاک شخص نے خوب سرگرمی دکھائی۔ خلف کے بیٹے احمد نے بھی باپ کی قائم مقامی کی ایک دوسرے شخص غیاث نامی نے باطنی مسلک کے اصول میں ایک کتاب البیان کے نام سے مرتب کی اور اسلام کے ارکان اور عقائد ایمانی کی عجیب غریب توجہیں کیں باطنی فرقہ کے لوگ کہتے تھے کہ اسلام وہی ہے جو ہم نے سمجھا ہے اور مولوی کا مذہب غلط ہے، وہ کہتے تھے قرآن کو صرف ہم نے سمجھا ہے اور کسی نے نہیں سمجھا۔ اُس زمانے کے علماء سے ان لوگوں نے مناظروں اور مباحثوں میں ہمیشہ شکست کھائی مگر انکی قبولیت ترقی ہی کرتی گئی۔ اور جہلاً اس میں ایسے جوق در جوق شامل ہوتے گئے کہ اس میں تکالیف شرعیہ بہت کچھ اٹھادی گئی تھیں وہ کہتے تھے کہ آیات قرآنی کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنا حرام اور اُنکے بطون پر عمل کرنا فرض ہے۔ الفاظ قرآنی کے معانی و مفہوم کو بگاڑ کر آیت کی اُتھوں نے ایسی تاویل کی تھی کہ اسلام کی حقیقت ہی کو سخ کر دیا تھا یہ لوگ جزا و سزا اور قیامت کے منکر تھے اور اس دنیوی زندگی کے ساز و سامان اور دنیوی کامیابی ہی کو مقصود حقیقی سمجھتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے جو تنزیل کہلاتا ہے اور ایک باطن ہے جو تاویل کہلاتا ہے قرآن کا ظاہر جو لغت سے مفہوم ہوتا ہے ناقابل عمل اور فضول ہے، اعتقاد و عمل کی قابل قرآن کا باطن ہے اور باطن وہ ہے جو اسیر با امام معصوم کی تعلیم سے معلوم ہو سکتا ہے وہ کہتے تھے کہ نماز جسکا حکم دیا گیا ہے امام یا امیر کی اطاعت ہے۔ روزہ کا باطن یہ ہے کہ اپنے مسلک عقیدہ اور اپنے امیر کے راز کو چھپا کر رکھا جائے اور غیر و بیخبر ظاہر نہ کیا جائے۔ حج کا باطن امام وقت کی زیارت کے لیے حاضر ہونا ہے۔ جنت سے مراد جسمانی راحت اور روحانی

سے مراد جسمانی اذیت۔ اذان سے مراد لوگوں کو اپنے امیر کی اطاعت پر ترغیب دینا۔ لہٰذا اپنے فرقہ کے مبلغین کو کہتے تھے اور شیاطین اصل شریعت پر عمل کرنا اور نیک نام رکھنا تھا۔ اپنے فرقے کے امام کا راز ظاہر کرنا اور نادانستگی میں بھید کا کھول دینا احتلام تھا۔ باطنی لوگوں کا قول تھا کہ ظاہر پوہست ہے اور باطن مخزیم پوہست کو پھینک دیتے اور مخزیم کو لے لیتے ہیں ہمارا مذہب صحیح اور مولوی کا مذہب غلط ہے۔ انکو بعثت بعد الموت اور یوم الحساب کا انکار اور تنازع کا اقرار تھا۔ وہ کہتے تھے مولویوں کو گونہ خواہ مخواہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ کے کاموں میں مبتلا کر کے فضول پابندیاں قائم کر رکھی ہیں اور مولویوں کا مذہب غلط ہے۔ ان کی تبلیغ کا اصول یہ تھا کہ کسی سے مذہبی عقائد کے متعلق قطعاً بحث نہ کی جائے۔ مبلغین کو تاکید تھی کہ کسی عالم سے ہرگز معقولی گفتگو نہ کی جائے، اور جس شخص کو تبلیغ کی جائے پہلے یہ جانچ لیا جائے کہ اس پر کس قسم کی باتوں کا اثر ہو سکتا ہے اسی قسم کی باتیں کی جائیں۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب حتیٰ کہ سندھ اور ملتان اور ہندوستان کے ہندوؤں تک کو بھی وہ انہیں کے حسب حال تبلیغ کر کے اپنے مسلک میں شامل کر لیتے تھے لیکن سجدہ اور ذی علم لوگوں کو عموماً مخاطب نہیں کرتے تھے۔ سینوں کے سامنے خلفائے راشدین اور شیعوں کے سامنے ائمہ اہلبیت کی تعریف کرتے اور آوارہ مزاج لوگوں کے سامنے نماز روزہ کی تحقیر کرتے اور کہتے تھے کہ مولوی کا مذہب غلط ہے، ان لوگوں کے عقائد و اعمال کی مفصل روئداد بہت طویل ہے یہاں اسقدر کافی ہے ۵

عبداللہ بن مہیون مذکور کے معاصر بابک خرمی سے جو اپنے استاد ہادیان نامی کے مجوزہ مسلک امام بنجیا تھا صوبہ فارس کے شمال اور آذربائیجان کی سرحد کے قریب ۱۲۷ھ میں شاہی فوجوں کا مقابلہ شروع کر دیا اور آذربائیجان کے علماء سے مباحثے کیے۔ اسی سال تک بابک خرمی نے شاہی فوجوں کے مقابلے میں خود مختاری کا علم بند رکھا اس کے مسلک میں قتل و خونریزی اور زنا کوئی جرم نہ تھے۔ ۲۱۲ھ میں بابک خرمی گرفتار ہو کر سامرا آیا اور قتل ہوا۔ اُسے آذربائیجان میں ایک لاکھ پچیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔



اسی صدی کے بہت سے گمراہ فرقوں میں ایک فرقہ منصور یہ بھی تھا جس کا بانی ابو منصور عجمی تھا اس فرقہ کا عقیدہ تھا کہ جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالے جو عقائد میں ہمارے مخالف ہوں تو وہ شخص جنتی ہے۔ اس فرقہ کا یہی عقیدہ تھا کہ لوگوں کے مال پر قبضہ کر لینا جائز ہے اُنکے عقیدے میں آنحضرت صلعم پر نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک رسول پیدا ہوتے رہیں گے۔

ایک فرقہ خطابیہ پیدا ہوا جو محمد بن مقلاس المعروف ابو خطاب کی طرف منسوب ہے اُسکا عقیدہ تھا کہ ہر امت کے لئے دو رسول ہوتے ہیں ایک ناطق دوسرا صامت۔ آنحضرت صلعم رسول ناطق ہیں اور حضرت علی رسول صامت۔ امام جعفر صادقؑ کو بھی یہ لوگ نبی مانتے تھے اُنکا یہی عقیدہ تھا کہ اپنے ہتھیال لوگوں کی بھلائی کے لئے جھوٹی گواہی دینا جائز ہے۔

تیسری صدی کے گمراہ فرقوں میں سب سے زیادہ مشہور قرامطہ کا فرقہ ہے جس کا بانی حمدان عرف قرامط نامی ایک شخص تھا وہ محمد بن حنفیہ کو رسول کہتا تھا۔ صرف دو نمازیں طلوع و غروب کے وقت کی دو رکعت مقرر کر کے باقی نمازوں کو ترک کر دیا۔ سال بھر میں نماز دو روزے کافی سمجھے گئے۔ حلال و حرام کی امتیاز اڑادی۔ اس گروہ کے عقائد میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جو شخص قرامطی مذہب کے مخالف ہو اُسکا قتل کر دینا واجب ہے نیز اُنکا عقیدہ تھا کہ اپنے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کسی حالت میں جائز نہیں چاہے وہ کتاب و سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو امیر کی زبان سے جو حکم نکلے وہ قرآن مجید کے حکم کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اس فرقہ نے تیسری صدی ہجری کے آخر میں قوت پا کر بڑے بڑے مظالم مسلمانوں پر کیے چوتھی صدی کے ابتداء میں اس گروہ نے حج بند کر دیا۔ خاص حج بیت اللہ کے ایام میں خانہ کعبہ میں جا کر سجدہ میں حاجیوں کا قتل عام کیا۔ اُنکے سردار ابو طاہر قرامطی نے گرز مار کر سنگ اسود کو توڑ دیا۔ حاجیوں کی لاشوں سے چاہ زمزم کو پُر کیا اور سنگ اسود کو دیوار کعبہ سے جدا کر کے اپنے دار الحکومت ہجر (علاقہ بحرین) میں لے آیا جو عرصہ دراز کے بعد پھر خانہ کعبہ میں لجا کر نصب کیا گیا۔

ابن قرامطہ کے معاصر ایک مجہول النسب عبید اللہ نامی نے ملک مغرب میں فاطمہ

ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو عبیدی موعود بتایا اور بربر قوم کے جہلا کی حمایت و تائید سے وہاں اُس کی حکومت قائم ہو سکی، پھر اسی عبیدی خاندان نے جو فاطمیین کے نام سے مشہور ہے۔ مصر پر قبضہ کیا اور اپنے لحدانہ و زندقانہ عقائد و اعمال کو طاقت کے زور سے پھیلا نا چاہا ہزار ہا علماء و صلحا کو دین اسلام کی خدمت و اشاعت کے جرم میں شہید کیا یہ لوگ خلفائے راشدین اور عموماتاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتد قرار دے کر اُن کی شان میں دشنام دہی کرتے اور جس کی زبان سے صحابہ نکلتی اُس کو بلا دریغ قتل کر دیتے تھے! ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ امیر یا امام تخت امارت و امامت پر قدم رکھتے ہی گناہوں سے پاک و معصوم ہو جاتا ہے، عبیدیوں کا عقیدہ تھا کہ امیر یا امام کا ہر ایک حکم قابل اتباع ہے چاہے وہ کتنا ہی نامناسب نامعقول اور مخالف قرآن کیوں نہ ہو۔ اُن کے عقیدے میں امامِ خدائی طاقتوں کا مالک ہے نہ خدا کے جسم میں حلول کیے ہوئے ہوتا تھا۔ عبیدیوں نے اپنے حدود حکومت میں نماز تراویح کو حاکماً منسوخ قرار دیا تھا۔ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی گالیاں دیتے تھے۔

اسی چوتھی صدی میں مضافات واسطہ کے رہنے والے ایک شخص محمد بن علی نے بغداد میں آکر ایک جدید مسلک کی اشاعت کی اپنے آپ کو مظہرِ خدا بتایا۔ وہ کہتا تھا کہ انحضرت صلعم کی شریعت اسی زمانے کے عربوں کے لیے تھی اب اُس شریعت پر عمل نہیں ہونا چاہیے اُس نے حرام و حلال کی قیود سب اٹھا دی تھیں اور تعجب ہے کہ اسے حلقہ اراکین میں بھی ہزار ہا مسلمان کہلائیے جا رہے تھے۔

پانچویں صدی ہجری میں حسن بن صباح نے ایک نہایت خطرناک جماعت تیار کی حسن بن صباح جو نظام الملک طوسی وزیر اعظم دولت سلجوقیہ کی سفارش سے دربار سلجوقیہ کا ایک معتبر رکن بن گیا تھا اور وہاں اپنی محسن کشی کے سبب ذلت کے ساتھ نکالا گیا تھا مصر پہنچ کر عبیدیوں کے دربار میں رسوخ حاصل کیا۔ مصر سے واپس آکر اصفہان میں قیام کیا۔ اور مذکورہ باطنی فرقے کے لوگوں میں رسوخ حاصل کر کے انکو اپنے ساتھ لایا اور بہاڑی جاہل علاقوں میں اپنے مناد و داعی پھیلا دیئے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اُس نے

قہستان کے قلعہ الموت پر قبضہ کر کے اردگرد کے علاقوں اور قلعوں کو قبضہ حاصل کر لیا اور اپنے جانبازوں کی فوج کو ترقی دے کر ستر ہزار تک پہنچا دیا۔ اُسے قلعہ الموت کے قریب ایک لکھا مقام پر باغ لگایا باغ میں نہریں اور خوبصورت ایوان و قصور تعمیر کرائے اور جوان اور حسین و جمیل عورتیں وہاں لاکر رکھی گئیں اس باغ کا نام جنت رکھا۔ پہاڑی علاقوں کے تندرست و تومند نوجوانوں کو اڈل اپنے اصولوں کی تعلیم دی جاتی تھی جب کوئی نوجوان شایستہ ہو جاتا تو اس سے کہتا تھا کہ میں تجھ کو جنت کی سیر کرانا ہوں جو میرے حکم کی تعمیل میں جان دینے کے بعد مستقل طور پر چھلو مجھے گی چنانچہ اُس کو بھنگ کا ایک پیالہ پلا کر بیہوش کر دیتا اور اس بیہوشی کی حالت میں اُسے اپنی جنت میں پہنچا دیتا وہاں سکون تھا تو وہاں کے لطف اور منہ دیکھ کر از خود رفتہ ہو جاتا چند روز منے اڑانے کے بعد بھر بھنگ کا پیالہ پلا کر اور بیہوش کر کر باہر نکلوا لیتا۔ اس طرح یہ لوگ ہمہ اوقات اپنے امیر کے حکم کی تعمیل میں جان دیتے اور جان دیکر جنت میں پہنچنے کی آرزو میں مستغرق رہتے اور بلا چون و چرا حکم کی تعمیل کر دیتے۔ صبح کی جماعت کا عقیدہ تھا کہ اگر ہمارا امیر یا امام ایسی چیز دیکھتا ہے جو ہمیں شریعت اسلام اور قرآن مجید سے حرام قرار دیا ہے مباح قرار دینے کے تو ہم اپنے امیر کے حکم پر عمل کریں گے اور شرع کے منصوص حکم کا کچھ لحاظ نہ کریں گے۔ صبح کی جماعت کے لوگوں کے تین درجے رکھے تھے ایک داعی۔ دوسرے رفیق۔ تیسرے فدائی یا جانباز۔ داعی وہ لوگ تھے جو دنیا کے مختلف ممالک میں صبح کی اصولوں کی اشاعت نہایت چالاکانہ دھوم شکاری سے کرتے رہتے اور ہر سرکار و دربار میں پہنچنے ہوئے جا سوسے کی طرح شاہی انجام دیتے تھے۔ رفیق وہ تھے جو صبح کے پاس رہتے اور ضرورت کے وقت میدان جنگ میں نکل کر فوج کا مقابلہ کرتے تھے۔ جانباز یا فدائی جاہل اور گنوار لوگ ہوتے تھے جو مذکورہ جنت میں پہنچنے کے لئے جان دینے پر تہہ و قرار مستعد رہتے اور لوگوں کو قتل کرنے کے لئے اپنی جان پر کھیل کر ہر خطرناک سے خطرناک پر پہنچ جاتے تھے۔ صبح کی قائم کردہ اس جماعت نے دو سو سال تک عالم اسلام پریشان رکھا اور مسلمانوں کے ہزار ہا علماء و صلحاء و امر و دوزر اور سلاطین ان کے ہاتھوں



شہید ہوئے۔

اس داستان کو زیادہ طول دیتے اور آجکے تمام فنی باطل کی مکمل فہرستیں  
رنے کی ضرورت نہیں انہیں مذکورہ چند فرقوں کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے اس سے  
بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ باطل ہمیشہ حق کے مقابلے میں مختلف سوراخوں سے موند نکلتا  
رہتا ہے اور اُسکے ہتھیاروں اور سامانوں میں سب سے زیادہ کارگر حربہ فریبیہ ردھوکا ہے  
جو شیطان نے آدم کو دیا تھا یعنی احکام الہی کی طرف سے غافل بنے پر دانا کر اپنے پیچھے  
چلانا اور اُسکے سامانوں میں سب سے زیادہ کارآمد سامان وہی نیاں دفریب خوردگی ہے  
جو آدم میں شیطان کو لگیا تھا۔

یا بنی آدم لا یغترنکم الشیطان کما  
أَخْرَجَ أَبُوبِکْرٍ مِّنَ الْجُبَّةِ یَنبِیْ حَمَّامًا  
لِّبَا سَکَمًا لِّیُرِیْهُمَا سَوَاءً إِنَّهُ  
یُرِیْکُمْ هُوَ وَقَبِیْلَهُ مِمَّنْ حَیثُ لَا تَرَوْنَهُمْ  
إِنَّا جَعَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ أَوْلِیَاءَ لِلَّذِیْنَ  
لَا یُؤْمِنُونَ ۝ (الاعراف رکوع ۳)

یہ آدم کے فرزندوں کو شیطان انہی طرح تم کو نہ بگاڑے جس طرح  
اسے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا ان کے لیے لباس  
لگا کر ان کو انکی شرمگاہیں دکھلاؤ وہ اور اُسکا قبیلہ کو وہاں  
سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہم سے  
مشیطانوں کو انہیں لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو  
ایمان نہیں لاتے۔

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَیْهِمُ ابْلِیْسُ نَفْسَهُ فَاتَّبَعُوْهُ  
اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الاسراء - ۲)

اور ابلیس جو گمان انکی بابت کیا تھا اُس کو چھوڑ کر  
بجز ایمان والوں کے ایک گروہ کے سب اُسکے پیچھے ہو گئے

إِنَّهُ لَیْسَ لَكَ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُكَ  
عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْا نَهْ وَالَّذِیْنَ هُمْ  
بِهِمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (النمل - ۱۳)

شیطان کا علیان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے ہیں اور  
اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اُس کا علیان ان لوگوں پر ہے  
جو اُسکا ساتھ دیتے ہیں اور ان پر ہے جو اپنے رب کے  
ساتھ شرک کرتے ہیں

اس اوپر کی مذکورہ روایت سے بالکل عیاں ہے کہ جو لوگ کتابِ سنتِ کبیرہ سے

غافل ہوئے اور جنہوں نے کتاب الہی کی طرف سے غفلت اختیار کر کے دوسروں کی اطاعت  
اختیار کی انکو کسی ہی انسانیت سوز حرکتوں کا ارتکاب اور کسی کیسی ذلتوں اور رسوائیوں کو برداشت  
کرنا پڑا اور اکیلے خدا اور احکام خدا کی فرمانبرداری کے سوا دوسروں کی فرمانبرداری کا  
جو اپنی گردن پر رکھ کر کس طرح انسانیت سے خارج ہو کر حیوانیت اور زندگی اختیار کرنی پڑی

وَمَنْ يُعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقِيصَنَّ | اور جو کوئی ذکر الرحمن (قرآن مجید) کی طرف سے بے پروائی  
اَلَّذِيْ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ ۗ وَاِنَّكُمْ لَیَصُدُّوْنَ  
اختیار کرتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے  
لَیَصُدُّوْنَ وَهُمْ مِّنَ الْمَسْبُوْلِيْنَ وَيَحْسَبُوْنَ  
ہیں سو وہ اُسکے بھارتا ہے اور وہ (شیاطین) اُن (عالموں)  
اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّشْرِكُوْنَ ۝ الزخرف - رکوع ۴۱ کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں

تمام باطل پرست فرقوں میں ایک چیز مشترک نظر آتی ہے کہ سب ہی نے دکھٹیریت اور  
شخص پرستی کو قائم کیا اور دکھٹیروں نے اپنے جاہل معقدوں کے ذریعہ مخلوق خدا پر آزادانہ  
منظالم روارکھے اور اسلام ہی کے نام سے اسلام کی بربادی اور نظم و نظام اسلامی کے  
تباہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیشہ دین اسلام کی حفاظت کے سامان  
بھی موجود رکھے اور ہمیشہ موجود رکھے گا کیونکہ اُسکا وعدہ ہے کہ اِنَّا مَحْنُ نَزَلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَخٰطِرُوْنَ

باطل پرست فرقے سب کے سب ہی انسان کو اشخاص پرستی میں مبتلا اور اُنکی فہم و فراست  
کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں اور مفلوج لعقل انسانوں ہی کی بدولت اُنکو کامیابی حاصل ہو سکتی  
ہے۔ لیکن قرآن مجید انسان کی عقل و فہم اور فکر و تدبیر کی قوت کو نشوونما دینا اور ذی فہم  
انسان بنانا چاہتا ہے۔ باری تعالیٰ یوم جزا سلسلہ انبیاء کتب سماویہ اور عقائد و اعمال کے  
لیے عقلی و فطری دلائل پیش کرتا اور انسان کو اُس کی حاصل شدہ قوتوں سے آنا دنا  
صحیح کام لینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے، جب کسی جماعت یا کسی تحریک کے اصولوں میں چسپاں  
ہو کہ حکم اور فیصلہ کا اختیار خدا اور رسول یعنی کتاب و سنت کے چھن کر کسی شخص یا اشخاص کو سپرد  
ہو رہا ہے اور خدا و رسول کی اطاعت مطلق کسی دوسرے کو منتقل کی جا رہی ہے تو اُس جماعت  
یا اُس تحریک سے پرہیز کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

وَمَنْ یُّسٰقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا

اور جو کوئی ہدایت کے ہویدا ہو چکنے کے بعد رسول کی مخالفت

بَيْنَ لَهٗ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلٍ  
لِّمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ  
فَعَلَّمَهَا وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء)

کر چکا اور مومنوں کے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار  
کرے گا تو ہم اُس کو اسی رستے پر چلائینگے اور اُس کو دوزخ  
میں داخل کرینگے اور دوزخ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

جن فاسق و بد عمل و بد عقیدہ خود ساختہ دنیا پرست امرار و اممہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے  
ان سب کو مسلمان کہلانے والوں ہی میں سے اطاعت کرنے والے ملتے رہے جب کہ  
سلام کی ابتدائی صدیوں میں بھی ایسے مسلمان کہلانے والے تھے جہلاً بہ تعداد کثیر موجود  
تھے رہے تو اس زمانے میں جب کہ

کفر در کعبہ و اسلام بہ یورپ گویند

ایں سخنہاست کہ از گرس و بطمی مشنوم

کا آواز بلند ہے کتاب و سنت کی کسوٹی پر کسے بغیر خود ساختہ امیروں کی دجو اس زمانے میں  
بلشرت نمودار ہو رہے ہیں، امارت اور اطاعت کو تسلیم کرنے میں ہر مومن کو عمیق غور و فکر کر لینا  
اور اس مسئلہ کی اسلامی حیثیت سے کا حقہ واقف و آگاہ ہونا از بس ضروری ہے۔

## اطاعتِ امیر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء ۸۰) اطاعت کے معنی میں خوشی سے  
فرمانبرداری کرنا اور جو مطاع کہے اُسے برضا و عنیت ماننا اور اُس کے منشا کی موافق  
عمل کرنا۔ اسی سے استتطاعت ہے جسکے معنی ہیں حد سہولت یعنی سہولت کے ساتھ  
کرنے کی طاقت۔ خوشی اور رضامندی سے صدقہ دینے والے کو مطوع کہتے ہیں جیسا کہ  
سورہ توبہ میں آتا ہے۔ الَّذِينَ يَمْزُونَ الْمُطِيعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ  
توبہ رکوع ۱۰ اطاعت کا لفظ عام طور پر اس اطاعت کے لیے بولا جاتا ہے جس کو عبادت  
کہتے ہیں۔



امیر کا لفظ امر سے مشتق اور صفت مشبہ ہے۔ امر کے معنی معاملہ۔ کام اور حکم کے ہیں۔ امیر ہی سے انتہا ہے جس کے معنی مشورہ کے ہیں۔ انتہا کے معنی مشورہ کیلئے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کے امر کو قبول کیا جاتا ہے۔ اولی الامر کا لفظ رسول۔ پادشاہ۔ قاضی۔ عالم وغیرہ سب سالار کسی کام کا مہتمم کتنی خاص معاملہ کا ذمہ دار سب پر بولا جاتا ہے۔ اولی الامر کی جگہ امیر کا لفظ بھی بول لیا جاتا ہے۔ مسلمان عموماً امیر ان لوگوں کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مقرر کئے گئے۔ خلفائے راشدین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے امیر المؤمنین کے نام سے پکارے گئے مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ تفسیر بیان کرنا سے پہلے چند ضروری باتیں عرض کرنا لازمی ہیں۔

ایک حصہ انسانی زندگی کا ایسا بھی ہے کہ اس کے لئے خدایتعالیٰ نے بہ چند قیود و مومن کو طریق عمل کے تجویز کر لینے کا اختیار دیا ہے اور وہ حصہ ہے جو اس دنیوی محدود زندگی کے گزران اور نظام سلطنت و قیام امارت اور تمدن و معاشرے کے ایک پہلو سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس میں بھی ہر قدم پر مقصد حیات انسانی اور اخروی دائمی کا مرانی کو مقدم ہدایت نامہ الہیہ کو مشعل راہ رکھنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر آپ کے بعد کوئی ایسی اہم بات پیش آئے جس میں قرآن کریم کی کوئی نص صریح موجود نہ ہو تو ہم اس حالت میں کیا کریں آپ فرمایا کہ میری امت کے عاقل مگر نیک لوگوں کو جمع کرو اور مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو کسی اکیلے شخص کی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔ نظام سلطنت فطرت انسانی کا تقاضا اور خدا کا منشا ہے، لہذا اُس کے اصولی ضوابط منضبط فرما کر جزئیات کو مومنانہ عقل و بصیرت کے ساتھ کر دیا اور اُس کے لئے بھی قرآن مجید اور اسوۂ نبوی میں احکام دہنوں نے موجود کر دیے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کے اندر خلافت و امارت کے قایم ہونے کی خوشخبری اور استخلاف اور دوسری آیتوں میں دیدی اور خلفاء کے اصولی صفات بھی بیان فرمادیں مگر خلیفہ کے انتخاب کرنے کا کام مومن اور تبع شریعت مسلمانوں کی کثرت رائے پر چھوڑ دیا۔ اصول امارت میں ایک یہ بات بیان فرمائی کہ مومن اپنے امور امارت اور تمام قوز

سورے سے کرتے ہیں اور اسکو مومنوں کی ایک علامت قرار دیا :-  
 الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ | اور مومن وہ ہوتے ہیں، جو اپنے رب کی فرمائنداری کرتے  
 اَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَهُمْ رِزْقَنَا هُمْ | اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور انکا حکم اور فیصلہ آپس کے مشورے  
 نَفِقُونَ ۝ (الثوبی - رکوع ۴)

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی ہونے کے علاوہ مسلمانوں کے امیر تھے بحیثیت امیر  
 ہمیشہ معاملات امارت میں مسلمانوں سے مشورہ کرتے اور مشورہ سے جو بات طے ہوتی اس پر  
 عمل کرتے چنانچہ جنگ احد کے موقع پر بھی اپنے مشورہ کیا اور اس مشورے پر عمل کرنے سے بظاہر نقصان  
 ہی پہنچا جس سے یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ مشورے کے اس نتیجہ کو دیکھ کر مشورہ کی اہمیت و  
 ضرورت کو خفیف نہ سمجھ لیا جائے لہذا اس کے بعد پھر تاکید حکم دیا گیا کہ :-

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ | اور (امارت) کام میں انکا مشورہ لیتے رہو پھر جب ایسا ہو  
 وَكُلٌّ عَلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ (رکوع ۱۷) | کہ تم نے کئی کئی کا عزم کر لیا تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس حکم نے صاف طور پر مشورے کی عظمت و اہمیت کو قائم کر دیا اور بتا دیا کہ اگر تم کو شوری  
 میں نقصانات بھی نظر آئیں تب بھی شوری ضروری ہے۔ چنانچہ جنگ احد کے بعد جنگ حزاب  
 میں بھی آپ نے خندق مشورے سے ہی کھدوائی اور محصور ہوئے معاملہ افک میں بھی آپ نے  
 مشورہ کیا فاذا عزمتم فتوکل علی اللہ کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ امیر مشورہ آپ کے  
 کرم عمل اپنی ہی رائے پر کرے اس طرح تو حکم مشورت کی کوئی حقیقت ہی باقی نہیں رہتی عزم  
 کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے پر دل کا مضبوط کر لینا اور ظاہر ہے کہ مشورہ کا نتیجہ ہو گا اور  
 مشورہ کے بعد ہو گا یعنی مشورہ کے بعد جو بات طے پائے اس کو زیر عمل لانے میں خدا پر بھروسہ  
 کرنا چاہیے۔ ابن کثیر نے اذا عزمتم کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے کہ اذا سئو رتھم فی الامر و  
 نزلت علیہم جب تو نے کام میں اُن سے مشورہ کر لیا اور اس مشورے پر سچا ارادہ کر لیا، رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ نبی اور خدا بتعلیٰ سے براہ راست ہدایت پانے والے اور معصوم تھے لہذا  
 وہ اپنی تجویز کے مقابلے میں سب کی رائے کو ٹھکرا دینے کا یقیناً اختیار رکھتے تھے اور انکی رائے  
 سب کی رائے پر فائق تھی۔ لیکن چونکہ آپ کو اپنے بعد امت کی ہدایت کے لئے نظیر قائم کرنا ہوتا

لہذا آپ نے جنگ اُحد کے معاملے میں اپنی تجویز اور اپنی رائے کے خلاف کثرت رائے پر فیصلہ کیا اور کثرت رائے کے فیصلے پر عامل ہوئے تاکہ آئندہ کسی امیر کے لئے یہ موقع باقی نہ رہے کہ وہ اپنی رائے کے مقابلے میں مومنوں کی کثرت رائے کو امور ہمہ میں ٹھکرا سکے یہی وہ اسلامی نمونہ امارت تھا جسکو دیکھ کر دُنیا میں لوگوں نے پارلیمنٹری حکومتوں کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس موقع پر یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا کے رسول اور نبی تھے اور آپ پر وحی خفی اور وحی جلی نازل ہوتی تھی لہذا جس معاملے میں آپ پر وحی نازل ہو جاتی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کام کے کہنے یا نہ کرنے کی ہدایت ہوتی اس معاملے میں آپ وہی طریقہ اختیار فرماتے جس کی منجانب اللہ ہدایت ہوتی اور کسی دوسرے کے مشورے کو قبول نہ فرماتے اور ایسی بھی متعدد مثالیں آپ کی زندگی میں موجود ہیں اور آپ کے مرتبہ نبوت و رسالت کی خاص شان تھی لیکن کس قدر شوخ چٹھی و گستاخی اور کس قدر بے دینی و بے حیائی ہے کہ بعض گمراہ فرقوں کے بانی اور سرپرست آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قائم مقام بنا کر آپ کی مخصوص شان نبوت کی بعض کارروائیوں کو بطور مثال پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیتے اور اپنی کارروائیوں میں اپنی مطلق العنانی کو جائز قرار دے کر گویا نبوت و رسالت کے مدعی بنتے اور لوگوں سے اسی قسم کی اطاعت چاہتے ہیں جیسی کہ صحابہ کرام نے مطاع کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اسی اصول مشورہ پر حکومت اسلامیہ قائم رہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے مشورہ اور کثرت رائے سے خلیفہ منتخب ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت میں کسی قدر تامل ہوا تھا اس تامل کا سبب بھی دونوں صاحبوں نے یہ ہی بیان کیا کہ ہم کو مشرک مشورہ کیوں نہیں کیا گیا جب حضرت ابو بکر صدیق نے ان کو یقین دلایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم ہاجرین و انصار کے درمیان فتنہ و فساد کے مٹانے کی غرض سے گئے تھے بیعت لینے نہیں گئے تھے، ہاں یہ صورت پیش آئی کہ بیعت پرتحد ہو گئے اگر اس وقت تامل کیا جاتا تو ضرور فتنہ برپا ہو جاتا یہ سن کر دونوں صاحبوں



نے کہا کہ آپ کو متحق خلافت تو ہم بھی پہلے ہی سے سمجھتے ہیں، لیکن ہمیں تامل اسبوجہ سے تھا کہ آپ نے مشورہ میں ہمارا شریک کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا یہ کہہ کر انھوں نے بھی بیعت کر لی۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک مشورہ کی اہمیت کو قائم رکھنا کس قدر ضروری تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد وفات نبوی صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے جمع کر کے فتنہ ارتداد کے متعلق تجاویز پیش کیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے رائے دی کہ لشکرِ اسامہ کو جو شام کی طرف جانوالا تھا روک لیا جائے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف دلیل پیش کی کہ رسول اللہ صلعم کے روانہ کیے ہوئے لشکر کو واپس بلانا اور آنحضرت کی مجوزہ ہم کو ملتوی کر دینا اطاعتِ رسول کے خلاف اور سخت گستاخانہ حرکت ہے اس دلیل کو سب نے تسلیم کر لیا اور سب اس رائے پر متفق ہو گئے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی متفقہ رائے کی موافق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسامہ کو روانہ کیا منکرینِ زکوٰۃ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ان لوگوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھانی چاہیے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس کے خلاف دلائل پیش کیے اور اسلام کے ایک کُن کے انکار کو اسلام کا انکار ثابت کیا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور تمام اُن کے ہم خیال اس رائے سے متفق ہو گئے اور کسی ایک شخص کو اس اختلاف باقی نہ رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمر اپنی رائے کی غلطی اور حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کی صحت کا اقرار و اعلان کرتے ہوئے اور منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھانی گئی ہے تو کسی صحابی کو اختلاف نہ تھا اس واقعہ میں مشورہ کی عظمت و اہمیت موجود ہے اور مطلق العنانی کی لعنت کا شائبہ تلاش نہیں کیا جاسکتا اور سب باتوں کی بنیاد اطاعتِ الہی پر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کی ساری دُنیا میں دہوم ہے لیکن وہ اہم معاملے میں مشورہ و مناظرہ کیا کرتے یہاں تک کہ امرِ حق کا انکشاف ہو جاتا۔ تنہا اپنی رائے پر نہ بھروسہ کرتے نہ عمل کرتے۔ ایک مرتبہ اُن کو خیال آیا کہ طوافِ کعبہ میں اب رمل کی کیا ضرورت رہ گئی وہ لوگ موجود ہی نہیں جن کو ہم اپنا سینیہ نکال کر چلنا دکھاتے تھے۔ لیکن پھر آپ

اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کا کوئی اور سبب نہ ہو، چنانچہ بدستور عامل رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عمل کو کیا تھا اسے ترک کی جرات نہ کر سکے۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء - ۱۷) یہاں سبیل المؤمنین یا مسلمانوں کے طریق عمل سے مراد وہی اطاعت احکام الہی کا طریقہ ہے اور رسول کی مخالفت بھی احکام الہی کی مخالفت ہے، سبیل المؤمنین کی اتباع اور احکام رسول کی اتباع حکم الہی کی بنا پر ہے اور اصل مطاع خدا تعالیٰ ہی ہے، کوئی دوسرا وجود مومن کا بلا شرط مطاع یعنی مطاع مطلق ہو ہی نہیں سکتا۔

تدبر فی القرآن اور کتاب اللہ سے اخذ ہدایت و استخراج احکام کے متعلق ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ جو چیزیں جس قدر زیادہ ضروری اور اہم ہوتی ہیں قرآن مجید ان کو بار بار اٹھ طرح سے بیان فرماتا ہے اور وہی امور مہم ہوتے ہیں اور دوسری چیزیں جبکہ ذکر قرآن مجید میں کسی ایک ہی جگہ آیا ہے انہیں امور مہمہ کی روشنی میں دیکھی سمجھی سوچی جاتی اور ان کے ذیل میں رکھی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ایک دو جگہ نہیں بہت سی جگہ خدا و رسول کی اطاعت کا ذکر آیا ہے۔ صرف چند آیتیں بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران - ۱۳)

(۲) وَمَنْ يَطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ يَدْخُلْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (النساء - ۱۲)

(۳) وَمَنْ يَطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (النساء - ۱۹)

(۴) مَنْ يَطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء - ۱۱)

(۵) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحْذَرُوا (المائدہ - ۱۲)

(۶) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ أَنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (الغالب - ۱)

(۷) أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَلَا تَوَلَّوْا عُنْدَ الَّذِينَ أَنْتُمْ تَكْفُرُونَ (۱۳)

(۸) أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَلَا تَنَازَعُوا (الغالب - ۴)

(۹) وَيَطِيعُونَ اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَأُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ (التوبہ - ۹)

(۱۰) وَمَنْ يَطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (النور - ۷)

(۱۱) قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (النور - ۲۰)

(۱۲) وَمَنْ يَطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ نَوْزًا عَظِيمًا (الاحزاب - ۱۹)

(۱۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد - ۱۳)

(۱۴) وَمَنْ يَطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (الفتح - ۲)

(۱۵) وَإِنْ تَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ (الحجرات - ۲)

(۱۶) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَنْتُمْ عَدُوٌّ لِلَّهِ وَالْمَلَكِ الْمُبِينِ (النساء - ۸۱)

اس ایک ہی مضمون کی آیتوں کی فہرست بہت طویل ہو سکتی ہے ہر جگہ خدا و رسول ہی کی اطاعت کا حکم دیا ہے، کسی اور کی اطاعت کا قطعاً ذکر نہیں اگر خدا و رسول کے سوا کسی دوسرے کی اطاعت بھی اسی شان کی ہوتی تو یقیناً خدا تعالیٰ اس کا بھی اسی طرح حکم دیتا لیکن سارے قرآن مجید میں ایک اور صرف ایک ہی جگہ خدا و رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی مشروط اطاعت کا بھی ذکر آیا ہے وہ آیت اس فصل کی پیشانی پر درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

دوسلما نواللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی

جو تم میں صاحب امر ہوں، پھر اگر کسی معاملہ میں تم اور اولی الامر آپس میں جھگڑ پڑو تو

اس تنازع کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اور جو اللہ و رسول کا فیصلہ ہو اسے

تسلیم کرو، اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے یہی راہ عمل

بہتر ہے اور اسی میں انجام کی بھلائی ہے۔“

یہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ خدا و رسول کی اطاعت جُدا جُدا قسم کی اطاعتیں نہیں بلکہ

ایک ہی اطاعت ہے جو مطلق ہے من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ اس مندرجہ

عنوان آیت میں اگر اولی الامر کی اطاعت کو بھی خدا و رسول کی اطاعت کی طرح بلا شرط

بیان کیا جاتا تو سخت دشواری پیش آتی اس لئے کہ سارا قرآن تو پکار پکار کر یہ اعلان کر رہا ہے

کہ خدا و رسول کی اطاعت کے سوا کوئی اطاعت نہیں لیکن یہاں اولی الامر جو نہ خدا ہے نہ رسول

ہے، بلکہ معمولی انسانوں میں سے منتخب کیا جاتا ہے مطاع مطلق بن جاتا۔ چونکہ قرآن مجید

خدا کا کلام ہے اور اس نے اپنے اندر اختلاف کے ہونے سے انکار کیا ہے (ولو کان من

عند غیر اللہ لو وجدوا فیہ اختلافاً کثیراً) لہذا اس نے نہایت واضح اور غیر مشتبہ طور پر ساتھ



ہی یہ بتا دیا کہ اولی الامر سے تمہارا اختلاف ہو سکتا ہے اور اس حالت میں وہ معاملہ جس میں تمہارا اختلاف ہو اسے اللہ رسول یعنی کتاب و سنت کی طرف لٹا دیا جانا چاہیے اور کتاب و سنت (ہدایت الہیہ) کے ذریعہ جو فیصلہ ہو وہ قبول کرنا چاہیے، اولی الامر کے پاس چونکہ رسول کی لائی ہوئی ہدایت کے سوا ہدایت الہی کے معلوم کرنے کا کوئی جُدا اور نیا ذریعہ نہیں ہے لہذا اُسے کسی حکم کو جو کتاب و سنت کے خلاف ہو ہر ایک میں رد کر دے گا اور جب تک اُس کا کتاب و سنت کے موافق ہونا ثابت نہ ہو جائیگا ہرگز ہرگز نہ مانے گا ایک غیر نبی اور غیر معصوم اولی الامر یا امیر یا امام کی توحیقت ہی کیا ہے خود افضل الرسل سید اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اگر اپنے منصب رسالت و نبوت کے علاوہ محض اپنی بشریت کی بنا پر کوئی بات فرماتے تو اُس کی اتباع کو خود ہی اُمت کے لیے ضروری نہ ٹھہراتے جیسا کہ حدیث تاہیر نخل اور بعض دوسری حدیثوں سے ثابت ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حجۃ البالغہ اور عقداً بحید میں اس مضمون کو مفصل و مدلل طور پر بیان فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ :-

<p>کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ خدا تو اُسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ شیوہ اختیار کرے کہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بناؤ یعنی خدا کی احکام کی جگہ میرے حکموں کی اطاعت کرو بلکہ تم کو چاہیے کہ ربانی انسان بنو اور اُسے کتاب کی تعلیم دیتے رہتے ہو اور اسیلے کہ اُسے پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتے ہو۔</p>	<p>مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّاءَ نَدِيَّةٍ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝</p> <p>د آل عمران - ۸۰</p>
---	---

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کے لیے ہرگز یہ جائز نہیں کہ خدا تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کر کے کسی انسان کے مجوزہ احکام کی اطاعت کرے خدا تعالیٰ نے رسولوں کو اپنے مبعوث کیا ہے کہ وہ لوگوں کو احکام الہی کی دعوت دیں اسیلے نہیں کہ اپنی بندگی کرانے لگیں مندرجہ عنوان آیت فصل خصومات۔ قیام عدل اور امور سلطنت کے متعلق ہدایات کے سلسلے میں بیان ہوئی ہے اُس میں اولی الامر سے مراد سپہ سالار قاضی یا مسلمان

پادشاہ ہی ہو سکتے ہیں اور اس سے پہلی آیت میں ان؟ اللہ یا مہم ان تو عدوا  
 الامانات الیٰ؟ اہل ہاتھ کا حکم دے کر امیر یا خلیفہ کے انتخاب کی کارروائی میں احتیاط سے  
 کام لینے کی تاکید فرمائی کیونکہ امانت کے معنی فرائض، عبادت و دیعت، ذمہ داری، امان آتے  
 ہیں انسانوں کو اللہ کی دی ہوئی قوتیں بھی امانت ہیں، ان قوتوں کا بے محل صرف کرنا۔  
 محل پرانے کام نہ لینا، عبادت الہی میں کوتاہی کرنا۔ احکام الہی کو بجا نہ انا سب امانت  
 میں خیانت کرنا ہے تو عدوا الامانات کا یہ بھی مطلب ہے کہ امارت اور خلافت ایسے شخص کو سپرد  
 کر دو جو اہل ہو، نا اہل اور نالائق کو یہ کام سپرد نہ کرو، ورنہ امانت میں خیانت کو نتیجے  
 سمجھ جائے، اہلیت کا معیار بھی قرآن مجید ہی نے دوسری آیات میں بالتفصیل بیان فرمایا  
 ہے پھر ان سب باتوں کے بعد بھی اولی الامر سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں اور اس سے  
 اختلافات کا اظہار کیا جاسکتا اُسکو کتاب سنت کی اطاعت و متابعت پر مجبور کیا جاسکتا  
 ہے اور اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کو معزول کیا جاسکتا اور اس کے خلاف خروج  
 کیا جاسکتا ہے۔ مندرجہ عنوان آیت کے شان نزول کے متعلق حضرت امام بخاری رحمہ نے  
 اپنی صحیح میں اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ نے اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
 کی روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کو ایک شکر  
 کا امیر بنا کر بھیجا جب لشکر کسی مقام پر پہنچا تو وہ امیر اپنے لشکر والوں سے کسی بات پر خفا ہوا  
 اور کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو حکم نہیں دیا کہ تم میری اطاعت کرو اور  
 نے کہا کہ ہاں ہم کو تمہاری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس نے کہا اچھا لکڑیاں جمع کرو، چنانچہ  
 لکڑیاں جمع ہو گئیں پھر ان لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی جب وہ جلنے لگیں تو اس امیر کہا کہ میں  
 تمکو حکم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ یہ سن کر ان میں سے ایک جوان نے کہا کہ تم تو رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آگ سے بچنے کے لئے حاضر ہوئے ہو لہذا اس حکم کی تعمیل  
 میں جلدی نہ کرو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو آگ میں داخل  
 ہونے کا حکم دیا تو داخل ہو جانا، چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں  
 آئے اور اس واقعہ کا حال سنایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر

کبھی باہر نہ نکلتے یعنی اپنے آپ کے اس نامعقول اور غیر مشروع حکم کو مان لیتے تو دوزخی بنجاتے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مزید متفقہ الفاظ یہ ہیں کہ "اطاعت امر معروف میں ہوتی ہے نفل شکر میں نہیں ہوتی" حاصل مطلب یہ کہ اولی الامر یا امیر یا امام ہرگز مطاع مطلق نہیں ہو سکتا مطاع مطلق اور فرمانروائے ناطق صرف خدا و رسول ہیں۔

قرآن مجید نے مطاع حقیقی کی اطاعت کے سوا کسی کی اطاعت کو مطلق یعنی غیر مشروط اور جائز نہیں قرار دیا بلکہ سب کی مخالفت ہی کی ہے یہاں تک کہ مال باپ جیسے محسنوں کی اطاعت بھی منع فرمایا ہے جب کہ وہ اطاعتِ آلہی کے منافی ہو۔

وَأَنْ جَاهِدْكَ عَلَىٰ أَنْ تَشْرَكَ بِئِي ۚ  
مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا -  
اور اگر تیرے والدین تجھ پر زور ڈالیں کہ میرے ساتھ اسکو  
شریک بنائے جس کا تجھ کو علم نہیں ہے تو تو ان کی  
اطاعت نہ کر۔

رقمان - رکوع ۱۲

خدا تعالیٰ نے رسول کے سوا ہر انسان کی اطاعت کو ممنوع قرار دیا ہے۔

وَأَنْ تَطِيعَ أَكْثَرَهُمْ فِي الْأَرْضِ  
يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ تَلْبَعُونَ  
إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ه  
دنیا کے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو ان کی اطاعت کرے  
گا تو وہ اللہ کی راہ سے تجھے گمراہ کر دینگے وہ صرف  
گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹھکیں دوڑاتے  
ہیں۔

(الانعام - رکوع ۱۲)

رسول برحق کے سوا جو شخص بھی ہو گا وہ بلا شرط مطاع نہیں ہو سکتا ایسے کہ اطاعت تو ہدایتِ آلہی کی ہی ہے اور ہدایتِ الہی لایزال رسول برحق ہی ہوتا ہے اور وہی لوگوں کو اطاعتِ الہی کی طرف بلاتا ہے، دوسرا کوئی شخص مطاع نہیں ہو سکتا لیکن نسلِ انسانی اور مسلمان کہلائیوں میں باوجود ادعائے قرآنِ فہمی ایسے بد نصیب لوگ بھی پیدا ہونے لگے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور قرآن مجید کی تعلیمات سے کام نہیں چل سکتا اور یہاں تک ان کی بے حیائی ترقی کر گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو وہ بھی یہی کام کرتے جو ہم خلافتِ شرع کر رہے ہیں ان لوگوں نے گویا خود رسالت کا دعوائے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خاتمیت کا انکار کر دیا ہے حالانکہ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہی ہے کہ آپ نے انسان کی دینی و دنیوی اور مادی و روحانی ترقیات اور عقلی و اخلاقی کمال حاصل کرنے کے ان تمام سچے اصولوں کی تکمیل کر دی جسے بڑھ کر اب کوئی نیا اصول پیدا نہیں ہو سکتا اور جن کی حفاظت کا خود خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے :-

امیر یا اولی الامر کی اطاعت انسان انہیں امور میں کر سکتا ہے جو معروف ہوں اور صحیح متعلق خدا و رسول کے حکم و منشا کے مخالف ہونے کا احتمال نہ ہو۔ امیر یا اولی الامر کے متعلق اس طینان کا ہونا اولین شرط ہے کہ وہ متبع کتاب و سنت ہے اور سبیل المؤمنین کی مخالفت کا مرتکب نہیں ہے یہ ہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام نے ایک صحتی نلام کے لئے تو امارت و امامت و خلافت کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ اگر وہ خلیفہ یا امیر مقرر ہو جائے تو اس کی اطاعت کا حکم دیا لیکن ایک فاسق اور بد عقیدہ یا بد عمل کی امارت اور اس کی اطاعت کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی اور اطاعت اولی الامر والی آیت میں بھی منکم کے لفظ سے اسی طرف اشارہ کیا کہ وہ سبیل المؤمنین یعنی اتباع کتاب و سنت سے منحرف نہ ہو یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نہ صرف اپنی جان بلکہ اپنی عزیزا و اولاد اور قریبی رشتہ داروں کی جانیں قربان کرنی گوارا کیں اور ایک ایسے امیر کی جس کو وہ فاسق سمجھتے تھے، اطاعت گوارا نہ کی یہ ہی مومن کی شان ہے اور یہی ہر مسلمان کا فرض۔

مندرجہ عنوان آیت میں اللہ و رسول کی اطاعت کو بلا قید و مطلق فرما کر اولی الامر کی اطاعت کو اس شرط اور قید کے ساتھ مشروط و مقید کر دیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے حکم خلاف نہ ہو۔ اللہ و رسول کے حکم میں غلطی کا امکان نہیں اولی الامر کا حکم اللہ و رسول کے خلاف اور غلط ہو سکتا ہے، اولی الامر جس قدر کتاب و سنت سے ناواقف ہوگا اسی قدر اس سے زیادہ غلطیاں ہونگی اور اسی قدر اس کے احکام زیادہ مردود ہونگے اور کتاب و سنت ہی کو حکم بنایا جائے گا۔ آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہر متنازعہ فیہ میں فیصلہ کتاب و سنت ہی کے ذریعے ہونا چاہیے۔ اسی میں انجام کی خوبی اور اسی میں بھلائی ہے جو اسے انکار کرتا ہے وہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتا۔

انجام کی خوبی کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ خدا و رسول یعنی کتاب و سنت کو قاضی بنا کر تمام مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی قائم رہ سکتی ہے غیر معصوم غلط کار اور معمولی انسانوں کو اگر مطاع بنا لینے اور ان کے احکام کو بلا چون و چرا مان لینے کی حماقت مسلمانوں سے سرزد ہوگی تو ہر امام اور ہر امیر اپنی ہی اپنی سمجھ یا خواہش کے موافق الگ الگ راستے تجویز کرے گا اور اس طرح اصل دین اسلام برباد اور مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم ہو جائے گا، حالانکہ دین برحق اور کلام الہی کی رو سے امت مسلمہ میں آنحضرت صلعم کے بعد کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہو سکتا کہ اس سے تنازع نہ کیا جاسکے اور وہ خود بانی شرع یا ترمیم کنندہ مذہب اسلام اور غیر مسئول و مطاع مطلق بن سکے نسل انسانی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بد نصیبی کوئی لعنت اور کوئی رذالت نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی غیر معصوم انسان کو اپنا مطاع مطلق اور غیر مسئول فرما کر تسلیم کر کے خوشی سے اس کے ہر ایک جاوید حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ ہو جائے شیعوں نے غالباً اسی لئے اپنے اماموں کے معصوم بننے کا عقیدہ تراشا اور دوسرے مذکورہ بالا گمراہ فرقوں کے بنانے والوں میں ہر بواہوس نے اپنے آپ کو معصوم اور مبرا عن الخطا یقین کرانے کے لئے طرح طرح کے فریبوں سے کام لیا۔ لیکن ہر ایک وہ شخص جو قرآن مجید اور سنت نبوی کی مشعل اپنے پاس رکھتا ہو اس قسم کے فریبوں کا شکار ہرگز نہیں بن سکتا اور جس کو آنحضرت صلعم کی یہ آخری وصیت یاد ہو کہ "خدا اور خدا کے بند و پیروں کو نہ ڈھونڈو" وہ کبھی مطلق العنانی اور شخصیت پرستی کا حامی نہیں بنایا جاسکتا۔

مندرجہ عنوان آیت کے متعلق امام ابن خرم ظاہری کا قول ہے کہ :-

کسی کو جائز نہیں ہے کہ بجز رسول اللہ کے بلا دلیل کسی شخص کے قول کو اختیار کرے اسلئے

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انھیں امور کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے

نازل کیا گیا ہے اور خدا کے علاوہ اور اولیاء کا اتباع نہ کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

منازعت کے وقت بجز قرآن و حدیث کے کسی اور طرف متوجہ ہونے کو خدا تعالیٰ

نے جائز نہیں رکھا کسی دوسرے شخص کے قول کی طرف رجوع نہ کیا جائے اسلئے کہ یہ

قول قرآن و حدیث کا غیر ہے اور تمام تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئی شخص اپنے زمانہ یا زمانہ سابق کے کسی شخص کے قول کی طرف بجز کتاب و سنت متوجہ نہ ہو۔“

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :-

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر انسان کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے۔“

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :-

”جو شخص میرے قول کی دلیل کو نہ جانے اُسکے لیے جائز نہیں کہ میرے قول پر فتویٰ دے۔“

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :-

”بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کا قول قابل حجت نہیں۔ تیسرا حجت ہے اور نہ کسی شے میں رضا و تسلیم ہے۔ بس مکمل اطاعت اگر ہے تو خدا اور رسول ہی کے لیے ہے۔“

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :-

”کسی کی مجال نہیں ہے کہ خدا و رسول کے مقابلے میں کچھ بھی کہے۔“

حضرت امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :-

”جب اولی الامر کے ساتھ منازعت و اختلاف پیدا ہو تو سوائے کتاب و سنت کے اور کسی کی طرف متوجہ نہیں جانا۔“

خدا یتعالیٰ خود فرماتا ہے کہ :-

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (الشوری - رکوع ۲)

اور جس بات میں تم آپس میں اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتِغَىٰ حُكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ لِيُكَلِّمَ الْوَعْلَىٰ مِمَّا رَفَعُوا إِلَيْهِ مِنْ أَدْنَىٰ وَأَن يُنَادِيَ الْمَوْتَىٰ (الأنعام - ۱۱۳)

کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کو حکم تسلیم کر لوں حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری ہے۔

اس سے بڑھ کر فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النحل - ۱۵۹)

خدا یتعالیٰ یہود و نصاریٰ کی نسبت قرآن مجید میں فرماتا ہے۔



مَنْ دُونَ اللَّهِ (التوبہ - رکوع ۵) | ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو

پروردگار بنا لیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم طائی جو پہلے عیسائی تھے انھیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ”ہم اپنے علماء و مشائخ کی پرستش تو نہیں کرتے تھے“ آپ نے فرمایا ”کیا جس بات کو وہ حرام ٹھہراتے تھے تم اس کو حرام نہیں سمجھ لیتے تھے اور جس بات کو وہ حلال ٹھہراتے تھے تو تم اسے حلال نہیں سمجھ لیتے تھے؟“ انھوں نے عرض کیا کہ ”ہاں! ایسا تو ہوتا تھا“، فرمایا کہ ”یہ ہی تو انکا پروردگار بنا لینا ہے“ پس معلوم ہوا کہ اپنے پیشواؤں کے احکام کو جو انھوں نے اپنی خواہش اور لائے سے دیے ہوں، خدائی احکام کی طرح بلا چون دچرمان لینا اور انکو احکام الہی کی طرح قابل اتباع سمجھنا قرآن مجید کے نزدیک انکو خدا بنا لینا ہے۔ اس طرح قرآن مجید کی جگہ انسانی کلام مرکز ہدایت قرار پاتا اور کلام الہی بیکار اور ناقابل التفات ہو جاتا ہے اور انسان ایسی اطاعت سے اپنی فہم و ذکا اور عقل و دانائی کو برباد کر کے اور جہل و حماقت میں مبتلا ہو کر اپنی ترقی کے راستوں کو مسدود کر دینے سے انسانوں میں شمار ہوتا ہو بھی چو پائے صفت بن جاتا ایسے کہ جب اس کے اعتقاد و عمل کا انحصار ہدایت الہی پر نہ رہا۔ بلکہ ایک یا چند انسانوں کی رائے پر آٹھہرا اور اپنی عقل سے کام لینے اور راستی و ناراستی کے جانچنے اور پرکھنے کا کوئی موقع ہی نہ رہا اور غیر معصوم کو مطاع مطلق بنا لیا تو اس میں اور چو پائے میں فرق ہی کتنا رہ گیا! ولئک کالانعام بل ہم اضل وہ اولی الامر جو اپنی ایسی خواہش نفس کا متبع ہو جس کی خدائے نے ہدایت نہیں کی سب زیادہ گمراہ ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيًا | اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جس نے خدا کی ہدایت

بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔

هُدًى مِّنَ اللَّهِ (القصص - ۵)

اولی الامر کی مشروط و مقید اطاعت کی حیثیت اور اطاعت الہی کی عظمت بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے جب اس آیت پر غور کیا جاتا ہے مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ بِالْحَيَاةِ اسکا ترجمہ اور پر گزر چکا ہے، جب کسی نبی کو بھی یہ حق نہیں

تیا کہ وہ لوگوں کو اپنا غلام بناے تو اولی الامر مطاع مطلق کیسے بن سکتا ہے شخص پرستی میں سب سے زیادہ اہم معاملہ رسول یا نبی ہی کی شخصیت کا ہو سکتا تھا اور تمام مذاہب میں اسی راستے سے گمراہیوں نے دخل پایا۔ لیکن اسلام نے اسکا سب سے زیادہ معقول بندوبست کیا کہ نبی کی ایک حیثیت النبی اور الرسول کی الگ نمایاں کردی اور دوسری حیثیت بشر اور عبد ہونے کی جدا ظاہر فرمادی اسلام کے بنیادی کلمہ شہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد عبدا ورسوله میں آنحضرت صلعم کے بندہ اور رسول ہونے کا اقرار ہے اور قل نمانا بشیر مثلکم کا اعلان ہے دوسری طرف من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ - رسالہ ۱۱ کا فرمان واجب الازعان ہے -

مسواک کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے کہ لو کان ان شق علی امتی کا مرقم بالسواک عند کل صلوة اگر میں اپنی امت کے لوگوں پر دشوار نہ سمجھتا تو ہر ایک نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا، اب اگر کوئی اولی الامر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا فرض قرار دیدے اور نماز و وضو سے زیادہ مسواک کا تقید کرے تو جہانتک اس حدیث کی صحت کا تعلق ہے اسے اس حکم اور تقید کو توڑ دینا اور اسے حکم کو نہ ماننا موجب ثواب کے ایسے کہ اسے خود رسول بننے کی کوشش کی اور اپنی سوچی ہوئی مصلحت کو رسول اللہ صلعم کی مصلحت پر ترجیح دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک کی توہین اور شریعت میں اصلاح و ترمیم کرنی چاہی۔ وہ صرف ترغیب دے سکتا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے ترغیب دی ہے لیکن مسواک کو وضو کی طرح لازمہ نماز نہیں بنا سکتا تھا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے اس کو لازمہ نماز نہیں بنایا۔

خدا تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ - ۶) چورانے والے اور چورانے والی کے ہاتھ کاٹ ڈالو، آنحضرت صلعم نے چوری کا اندازہ بھی بتلا دیا کہ چوتھائی دینار یا تین درہم تک کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب اگر کوئی اولی الامر یا امیر اپنی رائے کو کام میں لا کر خیانت کر نیوالے کا بنے چوتھائی دینار سے زیادہ کی خیانت کی ہو، ہاتھ کاٹنے کا حکم دے اور ساتھ ہی دلیل بھی بیان کرے کہ چوری اور خیانت کا نتیجہ

ایک ہی ہے تو اُس کے اس حکم اور دلیل کو رد کر دینے اور نہ ماننے کا حق حاصل ہے اسلئے ایضاً  
کا ذکر قرآن مجید اور احادیث نبوی میں آیا ہے مگر اس کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں بیان کی  
گئی۔ اس اختلافی معاملہ کا فیصلہ کتاب سنت ہی کے ذریعے کیا جائیگا اور حد و اللہ کو اُس  
اولی الامر کے ہاتھوں ہرگز ہرگز بے عزت نہ ہونے دیا جائے گا کیونکہ وہ مطاع مطلق نہیں ہے

## رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ !

سورہ نسا کی مذکورہ اولی الامر والی آیت کا ترجمہ بعض خود غرض لوگوں نے انتہائی  
شوخی چستی کے ساتھ یہ کیا ہے کہ "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے  
اولی الامر کی اطاعت کرو اور اگر اولی الامر کے کسی حکم کو تم خلاف شرع اور کتاب سنت کے خلاف  
سمجھو تب بھی اُس کی تعمیل بلا چون و چرا کیے جاؤ خدا اور رسول اُس سے آپ سمجھ لینگے اور قیامت  
کے دن اُس کو آپ سزا دے لینگے تم کو سوچئے سمجھئے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا کوئی  
حق نہیں تم تو نظم و نظام قائم رکھنے کے لئے بے سوچے سمجھے تعمیل کیے جاؤ اور کوئی تنازع  
نہ کرو" اس ترجمہ اور اس دلیرانہ تحریف فی القرآن نے تو تمام نظم و نظام اسلام اور دین  
برحق کی بیخ کنی کر دینی چاہی ہے۔ دین حق کی بنیاد خدا تعالیٰ کی خالص فرمانبرداری پر ہے  
وہ کامل فرمانبرداری اولی الامر کو منتقل ہوگئی یعنی اولی الامر کو خدا و رسول کا مقام دے  
شکر کو قبول کر لیا گیا نظم و نظام کی بنیاد کا قیام و استحکام خدا و رسول یعنی کتاب و سنت  
کی اتباع پر تھا اب ہر امیر یا اولی الامر کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی کامل اطاعت لازمی  
قرار دیدی گئی اور اُس کے شیرازہ کو منتشر و پراگندہ کر دینے کا سامان کر دیا گیا قرآن مجید نے  
فان تنازعتم کہہ کر قیام حق کے لئے جو استحقاق منازعت عطا فرمایا تھا وہ بھی غصب کر لیا گیا  
اور نعوذ باللہ الفاظ قرآنی اور مفہوم قرآنی کو منسوخ و مہل بنا دیا گیا۔

اگر مذکورہ آیت میں اولی الامر سے مراد وہ امرا ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
بین عمان وغیرہیں مقرر فرما کر بھیجے تھے تب بھی مطلب یہ ہی ہوا کہ تنازعہ فیہ معاملے کو اللہ و رسول  
کی طرف رجوع کرو، اگر صرف رُدُّوْا اِلَى الرَّسُوْلِ کے الفاظ ہوتے تو یہ کہنے کا موقع تھا کہ



یہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ دنیوی یعنی آپ کی وفات سے پہلے پہلے تک کے لئے ہوا اور صرف اُن امیروں کے متعلق تھا جو آپ کے عرب کے صوبوں میں مقرر فرمائے تھے اور یہ بھی کہنے کی گنجائش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان خلفاء کو فیصلہ کا اختیار دیا گیا ہے اور فیصلہ کنندہ کوئی انسان یا شخص ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں دُذُوہُ اِلٰی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کے الفاظ نے انسان یا شخص کے لئے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی اسلئے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے معنی سوائے اسکے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ کتابِ الہی کو جو موجود و محفوظ ہے حکمِ مبرا یا جائے لہذا الرسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی بھی سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ سنت رسول اللہ اور اسوۂ نبوی کو جو موجود و محفوظ ہے حکمِ مبرا یا جائے اور اس طرح یہ حکم وقتی نہیں بلکہ قیامت کے لئے ہے۔

اگر رُذُوہُ کا یہ سراسر غلط ترجمہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ و رسول پر چھوڑ دو وہ آپ کے دن سزا دے لینگے تو یہ اشکال لازم آتا ہے کہ اللہ کے ساتھ الرسول کا لفظ بے معنی اور نہل ہوا جاتا ہے اسلئے کہ قیامت کے دن مجرموں کو سزا دینے اور فیصلہ صادر فرمانے کا کام خدا کے سوا کسی دوسرے کا نہیں۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ وہ اپنے الفاظ و مفہوم کی حفاظت کے لئے کسی غیر خدا کا محتاج نہیں اور باطل جب اس میں کوئی تغیر و تصرف کرنا چاہتا ہے تو ہمیشہ منہ کی کھاتا اور ذلت اٹھاتا ہے وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ کَاٰیٰتِہِ الْبٰطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَاَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تُنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ (حم۔ سجدہ۔ ۵) اور یقیناً یہ قرآن غالب اور والی کتابِ باطل نہ اسپر اسکے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اسکے پیچھے سے وہ حکیم و حمید خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

بعض مفسرین کی اس تعبیر کے صحیح تسلیم کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ آیت مذکورہ میں اولی الامر سے مراد سپہ سالار اور صوبوں کے عامل یا امیر ہیں جو خلیفۃ المسلمین کے تحت ہوتے ہیں، اسلئے ان سپہ سالاروں اور عاملوں کے غلط احکام اور نامناسب فیصلوں کا مبرا خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں ہوگا اور خلیفۃ المسلمین کتابِ سنت کے ذریعہ فیصلہ کرے گا اور چونکہ مشورہ سے فیصلہ کریگا لہذا کتاب و سنت کے خلاف کسی اقدام کا کوئی اندیشہ ہی

نہیں۔ بنا بریں آیت کا اصل مفہوم بدستور اپنی جگہ قائم رہا کہ کتاب سنت ہی کو حکم بناؤ۔ مذکورہ بالا غلط اور نامعقول ترجمہ کی لغویت اور نامعقولیت اس طرح بھی ثابت ہے کہ لغت عرب میں رد کہتے ہیں رجوع کرنے۔ رجوع ہونے اور پھرنے یا لوٹانے کو اور یہ لفظ مادی اور غیر مادی دونوں قسم کی چیزوں کے متعلق بولا جاتا ہے کسی چیز کا بذات خود لوٹا دینا مثلاً۔

فَرَدْنَا إِلَىٰ أُمَمِهِمُ الْكِتَابَ عَيْنَهُمْ فِيهِ نَسُوا بَدَأَ أُولَٰئِكَ الْفَعْلَ بَدْءًا أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ ﴿۱۰۷﴾ اور کسی چیز کی ایک حالت کو دوسری حالت کی طرف لوٹا دینا۔ مثلاً

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي طَائِفَةٍ مِّنَ الَّذِينَ أَنبَأْنَا ﴿۱۰۸﴾ اے صاحب ایمان لوگو! اگر تم یہود و نصاریٰ کے کسی گروہ والوں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور انکا کہنا ماننے لگو گے تو وہ ایمان انکم کافرین ہ (آل عمران۔ رکوع ۱۰۷) تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں گے۔

گفتگویا کلام کے دہرانے اور دو بارہ بیان کرنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے مثلاً رَاٰدَا فِي كَلَامِهِمْ رَاٰسًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ كَمَا كَانُوا فِي كَلَامِهِمْ رَاٰسًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران۔ رکوع ۱۰۷) اے صاحب ایمان لوگو! اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں کئے جائیں کہ چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا اور مطلق پروا نہ کرنا تو قرآن مجید کی تمام وہ آیات جن میں یہ لفظ یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں بے معنی اور بھل ہو جائیں گی۔ مثلاً

وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِن لَّمْ يَرْجِعُوا إِلَىٰ دِينِكُمْ فَلَا حَرَجَ عَلَى الَّذِينَ جَاهَلُوا بِهِمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۰۹﴾ اور وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں کئے جائیں کہ چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا اور مطلق پروا نہ کرنا تو قرآن مجید کی تمام وہ آیات جن میں یہ لفظ یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں بے معنی اور بھل ہو جائیں گی۔ مثلاً

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي طَائِفَةٍ مِّنَ الَّذِينَ أَنبَأْنَا ﴿۱۰۸﴾ اے صاحب ایمان لوگو! اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں کئے جائیں کہ چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا اور مطلق پروا نہ کرنا تو قرآن مجید کی تمام وہ آیات جن میں یہ لفظ یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں بے معنی اور بھل ہو جائیں گی۔ مثلاً

وَلَوْ رَدُّوهُمَا إِلَىٰ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَاتِ لَمْ يَأْتِيَنَّكُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿۱۰۹﴾ اور اگر لوٹائے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے روکے گئے تھے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

رُدُّوهُمَا عَلَىٰ وَالِدِيهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿۱۰۹﴾ انھیں میرے پاس لوٹا لاؤ

قرآن مجید میں مذکورہ بالا اولی الامر والی زیر بحث آیت کے علاوہ ایک اور بھی آیت ہے جس میں اولی الامر اور ردوہ کے الفاظ موجود ہیں :-

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ | اور جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچ جاتی ہے  
 إِذْ أَعْوَابِهِمْ وَنُزُولُ ذِكْرِهِمْ | تو یہ فوراً اسے لوگوں میں پھیلاتے ہیں گریٹ لوگوں میں پھیلائی جگہ  
 الْمُرْسُولِ وَإِلَى الْأُولَىٰ مِنْهُمْ | اللہ کے رسول کے سامنے اور ان لوگوں کے سامنے جو ان میں صاحب حکم و  
 لَعَلَّهُمُ الَّذِينَ يُسْتَنْبِطُونَ لَهُ مِنْهُمْ | اختیار میں پیش کرتے تو جو لوگ بات کی تک پہنچنے والے ہیں  
 (النساء - رکوع ۱۱)

اس آیت میں مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ جب دشمن موجود ہو اور حالت جنگ قائم ہو تو ہر ایک بات جو سننے میں آئے خواہ امن کی ہو یا خوف کی اس کو بے سمجھی کے ساتھ لوگوں میں شہرت دینا شروع نہ کرویں بلکہ جو لوگ صاحب الرائے اور سمجھ دار اور صاحب اختیار اور ذمہ دار ہوں ان تک پہنچا دینی چاہیے تاکہ اس پر غور کر کے امارت اسلامیہ کی حفاظت کا سامان کر سکیں۔ یہ آیت ایسی حالت میں نازل ہوئی جب کہ کُفّار سے جنگ چھڑی ہوئی تھی چونکہ خبر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحب الرائے لوگوں تک پہنچانا ہر کسی منازعت کا فیصلہ کرانا نہیں تھا لہذا یہاں اِلیٰ اللہ کا لفظ نہیں آیا نیز اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ اولی الامر وہ لوگ ہو سکتے ہیں جن میں قوت استنباط ہو۔ استنباط کے لغوی معنی ہیں کنوئیں کو کھود کر پانی نکالنا۔ اپنے فہم اور اجتہاد سے بات کی تازگی اور غور و فکر سے مخفی معافی تک رسائی حاصل کر لینا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اولی الامر صرف صاحب حکومت اور فرمانروا لوگوں پر ہی نہیں بلکہ ذی علم اور فقہی لوگوں پر بھی بولا جاتا ہے اور فقہار کا اجتہاد و استنباط بھی اُسیدقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب کہ وہ کتاب سنت کے مخالف و معارض نہ ہو۔ پھر اس آیت سے پہلی آیت میں ہر ایک شخص سے قرآن کے مطالب میں غور و فکر و تدبر کا مطالبہ ہے یہ نہیں کہ قرآن کسی خاص امیر یا امام یا اولی الامر ہی کے سمجھنے کی چیز ہے اور باقی لوگ صرف امیر یا اولی الامر کے احکام کی بلا چونکہ و چراغ نہیں کرتے رہیں۔ قرآن مجید سے نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان کے لیے اپنے آپ کو غور و تدبر کرنے اور سوچنے سمجھنے کی



چیز بتایا ہے اور نفس پرست لوگوں نے مسلمانوں کو بھی قرآن سے دُور دھجود رکھنا چاہا ہے۔ اب غور کرو کہ اگر اس آیت میں بھی رد کے وہی تحریفی معنی چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا اور مطلق پروا نہ کرنا لیں جائیں تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی اہم خبر پہنچے تو اس کو رسولؐ یا ذمہ دار لوگوں تک پہنچانے اور انہیں باخبر کرنے کی مطلق ضرورت نہیں وہ آپ نبٹ لینگے تم کو کیا فکر تم تو کان ڈالے ہوئے خاموش بیٹھے رہو۔ ذمہ دار لوگوں کی لاعلمی بخیر ہی سے اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچے تو پہنچے دو۔ ظاہر ہے کہ اس طرح آیت کا مفہوم بالکل الٹ ہو گیا لیکن حیرت ہے کہ لوگ جتنی مکھیوں کو نہیں بلکہ ان جتنے ہاتھیوں کو ننگتے چل جاتے ہیں اور اسلام کی خدمت اعانت کے مدعی ہیں۔

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دار د  
وائے گر در پس امروز بود سرداے

## الہی اور غیر الہی سلطنت کا فرق

نسل انسانی میں خدائے تعالیٰ نے فطری طور پر بل جُل کر رہنے کا مادہ رکھا ہے اور اسی سے حکومت۔ تمدن۔ معاشرت اور اخلاق کے نظامات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنیوٹیوں اور شہد کی مکھیوں، پرندوں اور جانوروں میں بھی اس قسم کے نظامات اور آپس میں یکے دوسرے کے ساتھ رہنے سہنے کے قوانین نظر آتے ہیں مگر وہ سب خدائے تعالیٰ کی عطا فرمودہ فطری ہدایت کا نتیجہ ہیں جو پیدائش کے ساتھ ہی مل جاتی ہے۔ اعلیٰ کل شئی خلقہ ثم ہدیٰ (والذی قدر فہدیٰ دالاعلیٰ) اس فطری ہدایت کی خلاف ورزی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ انسان کی مذکورہ ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خدائے تعالیٰ نے ہدایت وحی بذریعہ انبیاء و رسل بھیج دی۔ انا ہدیناہ السبیل اما شا کر او اما کفور (الدھر) جعلنا منہ ۲ نمتہ یهدان بامونا (السجہ۔ رکوع ۱۳) اس ہدایت الہیہ کے اتباع یا انکار کا انسان کو خدا حاصل ہے اور انسان کے اسی اختیار سے اس کے لیے نیکی یا گناہ اور اجر یا عقاب مقرر ہوتا ہے، انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ انسان کو نظام امارت کے ان اصول و قواعد

ماہل ہونے کی تعلیم و تاکید فرمائی جو خدائے اکیطرف سے بتائے گئے تھے لیکن شیطان اور  
 رغباتِ شیطانی کے قبول کرنیوالے شیاطینِ الانس نے ہمیشہ ان الہی قوانینِ اصول کی  
 خلاف ورزی پر انسان کو آمادہ و تہلکہ مٹا رکھنا چاہا۔ یہ حق و باطل کی کشمکش جس طرح  
 انسان کے ہر شعبہ حیات میں موجود نظر آتی ہے اسے طرح نظم و نظام امارت کے معاملے میں  
 بس بھی پورے جوش و خروش کے ساتھ برپا ہے تعلیمات انبیاء کا منشا رہتا کہ انسانی آزادی  
 محفوظ ہو یعنی انسان صرف خدا کا مطیع ہو اور اس کے خیال و عقیدہ۔ اعمال و افعال۔ اطلاق و  
 موال اور اختیار و ارادہ پر خدا کے سوا کسی دوسرے انسان یا غیر خدا کا کوئی دباؤ نہ ہو۔  
 سب کے انسانی حقوق یکساں ہوں۔ سب آزاد ہوں۔ سب کے لیے روحانی و دماغی و جسمانی و  
 مالی ترقیات کے مواقع حاصل ہوں اور سب کو اپنی اپنی شمش کے نتائج ملتے رہیں اور  
 دنیا میں عدل قائم ہو کر ظلم و ستم کا استیصال ہو جائے۔ لیکن شیطانی ترغیبات اور نفسانی  
 خواہشات نے انسان کو ہمیشہ اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دوسرے انسانوں کے حقوق  
 غضب کرے اور خود ان سے متمتع ہو۔ دوسروں کے لیے دماغی و جسمانی ترقیات کے راستے  
 بند کرے اور خود سب سے اونچا ہو جائے۔ دوسروں کی آزادی چھین کر ان کو محکوم و مغلوب بنائے  
 اور خود حکومت و آزادی کے مزے اٹائے، دوسروں کو احمق بنا کر خود کو سلسلہ الملکی بنا۔  
 چنانچہ نمرود و فرعون اور ان کی مخالفت کرنیوالوں میں ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام  
 کی مثالیں اگر توریت و قرآن مجید میں مذکور ہیں تو ہندوستان کے برہمنوں کی قانون  
 سازی، اچھوتوں کی بے چارگی، قدیم یونانی۔ اور قدیم رومی سرداروں کے محکوم اقوام  
 پر مظالم۔ چنگیز و ہلاکو کی خونریزی وغیرہ تاریخوں کے صفحات میں مندرج اور موجودہ سفید  
 فام اقوام کی ستم آرائیاں سیاہ فام لوگوں پر ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں  
 اس ظلم و فساد کے علمبرداروں اور ڈکٹیٹرنے کے خواہشمندوں کا ہمیشہ یہ دستور  
 رہا ہے کہ وہ سب سے پہلے انسان کی فطری آزادی و حریت کو بچ کرنے کی تدبیریں سوچتے  
 اور ان تدبیروں کو فریب۔ دھوکا۔ لالچ۔ خوشامد۔ اظہارِ ہمدردی وغیرہ کے ذریعہ  
 جس طرح ممکن ہو۔ تو سب سے فعل میں لا کر اپنی پٹری جما لیتے اور قوت پا کر پھر ان لوگوں سے

جو پاہوں کی طرح کام لینا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی اس حاکمانہ و عالمانہ حالت کو مستقل اور دیرپا بنانے اور خطرات پیش آئندہ ماموں مصنون بننے کے لئے ایسے ایسے قانون و مراسم تجویز کرتے اور اپنے محکوم و مہمل لوگوں کو بتدیج اور رفتہ رفتہ بجا آوری احکام پر اس طرح رضا مند کر لیتے ہیں کہ ان محکوموں اور اطاعت گزاروں کی حماقت راسخ ہو کر ان کی کئی کئی پشتوں تک کو سموم و ناکارہ بنا دیتی ہے۔

انہیں شیطانی کوششوں اور انہیں طاغوتی تدبیروں نے انسانوں کے فکر و عمل کو یہاں تک ماؤت کیا کہ انہوں نے داعیان برحق کی دعوت حق کو سنکر بڑبڑا کہا کہ: مَا نُرِيدُ اِلَّا الْبَشَرَا مِثْلَنَا بعض نے کہا مَا لِهَذَا الْوَسُوْلِ يَا كَلَّ الْعَطَامِ وَمِيشِي فِي الْاَكَاہِ کسی نے کہا اَمِيتْنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَمْتٌ مِّنْ اِلَاعِبِيْنَ . اطاعت مطلق جب اکیلے خدا کی رعبے گی اور دوسرے کو انسان مطاع مطلق دیکھ کر تسلیم کرے گا تو یقیناً اسکے نہم و تدبیراً عقل و فکر کی قوت مفلوج ہو کر اسکے قبیلے ذہنی اس قدر پست و ذلیل ہو جائیگے کہ وہ معلم و مصلح کے لئے مافوق البشریت صفات کا مالک اور خدائی صفات کے موصوف ہونا سمجھے گا اور نبی یا رسول کا لبشر ہونا اس کی سمجھ میں نہ آئے گا قرآن مجید نے اسکا کو مشرک قرار دیا ہے اور اسی مشرک کی جڑ کٹنے کے لئے رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کر دیا کہ: اِنَّا اِنَّا كَا بَشَرٍ مِّثْلِكَ يُوْتِي اِلٰهًا شَيْطَانِي نِظَامِ حُكُوْمَتِ كَا اَصْلِ اَصُوْلٍ مِّمِيشِي يَرْتَا۔ کہ پادشاہ کو تمام خدائی اختیار و تہذیب دے جائیں، پادشاہ کو معبود اور عوام کو اہل عباد و قرود و بدایا بنائے، عوام اسکے لپیٹے نظام ہوں جیسا کہ کام صرف اسکے احکام کی تعمیل کرنا اور اسکے افعال و اعمال پر کوئی اعتراض نہ ہو سکتی ہو اور عوام آلات جہا یا ذی بوج ہو پاہوں سے زیادہ کوئی حق نہ رکھتے ہوں۔ شیطانی نظام حکومت انسانوں کی فلاح و بہبود کو صرف ایک شخص کے اختیار میں متعین کر کے باقی تمام انسانوں کو اپنی فلاح کے لئے اپنے آپ کو بھروسہ بنا کر سلاست سے معطل کر دیتا اور اس ایک شخص پر ایسا بھروسہ کرنے سے پہلے ہی کہتا ہے: ہر سال ہر سال خدا کے سے کسی پر نہیں پکٹتا اور تمام انسانوں کو ایک شخص کا کمال اپنی مسندوں پر بنا کر لوگوں کو باری تعالیٰ کے عقیدے کا تسد بھی لگا رہتے ہیں۔



آلہی نظام امارت یعنی ہدایت وحی یا کتاب اللہ کے تعلیم فرمودہ نظام سلطنت کی بنیاد شورے پر ہوتی ہے اور حاکم و محکوم سب قانونِ آلہی کے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَهُمْ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ ترجمہ اور پر گزر چکا ہے، ماقبل و مابعد کی آیتوں کے ساتھ لاکر اس آیت کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلسِ شوریٰ کے ارکان کے لیے بھی شرط لگا دی۔ وہ کتابِ آلہی کے ماننے والے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والے خدا پر بھروسہ قیامت کے میان رکھنے والے، عفو و درگزر سے کام لینے والے، خدا ہی کے کمال فرمانبردار و عبادت گزار اور رضائے الہی کے لیے اپنے اموال خرچ کر نپوالے ہوں اور ظالموں یا سرکشوں کے مقابلہ کی ضرورت پیش آئے تو سب ملکر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جانے والے ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خلافت کا معنی مشورۃ شورہ کے بغیر خلافت دامت جائز ہی نہیں ہے یعنی شخصی حکومت قطعاً ناجائز ہے۔ آلہی سلطنت میں ہمیشہ عدل و انصاف کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور اطاعتِ آلہی کو ہرگز فراموش نہیں کیا جاتا۔ قواعد میں بالقسط و انصاف کے ساتھ سلطانی و حکومت کرو۔ لسا، ہون۔

وَانِ طَاعَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَقْتَدَا لَمْ  
 فَاَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا  
 عَلَی الْاُخْرَىٰ فَمَا تَلَوْا لَتِي تَبَغِي حَتّٰی  
 تَفِي اِلَیَّ اَمْرًا لِلّٰهِ فَاِنْ فَاَوْسَطُ  
 فَاَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسَطُوا  
 اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ (انجرا۔ ۱) اور دوست رکھتا ہے۔

آلہی نظام سلطنت میں جس شخص کو سربراہ کا راجہ یا خلیفہ یعنی قانونِ آلہی کا نافذ کنندہ منتخب کیا جاتا ہے اس میں تقویٰ اور علم اور جسمانی قوت کا ہونا ضروری ہے، انتخاب کیا وراثت اور خاندانی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں۔ مالدار اور دولت مند ہونے کا بھی کوئی کمانچہ نہیں کیا جاتا۔

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ عَلَيْكُمْ وَاذَادَةً  
بِسُطَّةٍ فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (بقرہ - ۱۳۲) | علم اور جسم میں اس کو بڑا بنایا ہے۔

جو شخص نیکی میں بڑھ کر علم میں زیادہ اور طاقتور ہوگا وہ قانونِ الہی کی خوبی اور عہدگی کے ساتھ فرما برداری کر سکے گا اور دوسرے لوگوں کو بھی قانونِ الہی کا فرما بردار بنا سکے گا اور سلطنت اس طرح شخصی نہیں بلکہ قومی ہوگی اور قومی ہی نہیں بلکہ فطری اور انسانی ہوگی اسی کو الہی سلطنت کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اطاعت بہر حال کسی انسان کی نہیں بلکہ خدا ہی کے لیے خاص رہے گی۔ الہی سلطنت میں کامل امن و امان قائم ہوتا ہے کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوتا پاتا اور فساد کے دروازے بکلی بند کر دیے جاتے ہیں کہ تفسد و افساد فی الارض بعد اصلاحهما والاعراف - ۱۷۱ | إِنَّ اللَّهَ لَا يَصْلِحُ عَمَلُ الْمُفْسِدِينَ إِلَّا لِيُؤْسُوا - ۱۸ | الہی سلطنت بے جہائی کی تمام باتیں فنا ہو جاتی ہیں | الَّذِينَ يَحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهُمْ عَذِّبْهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور - ۲)

الہی سلطنت میں میر و غریب اور شریف و ذلیل سب انسان ہونے کی حیثیت سے یکساں طور محفوظ ہوتے ہیں اور سب کی جانوں کی یکساں طور پر حفاظت ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دولت یا عالی خاندان کسی مفلس یا پست خاندان والے کو ناحق قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے اور سزا دی جائے اس کے ساتھ رعایت کی جائے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ - ۱۷۲) | الہی سلطنت میں کسی کو کسی انسان کے ناحق قتل کرنے کی جہاد نہیں رہتی اور قتل و خونریزی کا نام و نشان مٹ جاتا ہے | مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَانَ مَثَلًا لِّلنَّاسِ جَمِيعًا (المائدہ - ۵) | وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الانعام - ۱۹) | الہی سلطنت میں ہر شخص خدا میں جہاد کے لیے تیار رہتا اور دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کو اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہے اور آرام طلب اور عیش پسند ہونے کی جگہ مستعد اور صعوبت کش ہو جاتی اور عزت کی مالک ہوتی ہے۔ الہی سلطنت میں غیر مسلموں اور دوسری قوموں کے ساتھ انسانیّت و شرافت کا سلوک کیا جاتا ہے کسی غیر قوم پر جب تک کہ دوسری قوم کی طرف سے زیادتی نہ ہو۔

زیادتی کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی بلکہ عدل کو سب کے لئے یکساں رکھا جاتا ہے :-  
 لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَا مَخْرَجٍ جُؤَكُم مِّن دِيَارِكُمْ  
 أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ (الممتحنہ - رکوع ۱۱)  
 اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں لڑائی  
 نہیں کی اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے بڑے بڑے احسان کرو اور ان سے انصاف  
 کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

آہلی سلطنت میں مدافعت اور مقابلہ کی جنگی طاقت کا منبع دلوں کا ایمان اور خدایت کا  
 کی رضامندی حاصل کر نیک جوش و شوق ہوتا ہے اور ہر مستطیع شخص یکساں طور پر جنگی خدمات  
 بجالانے پر مستعد و آمادہ رہتا ہے۔ وَأَعِدُّو لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ دَانَفَال - ۸) إِذْ لَقِيتُمْ  
 الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثخنْتُمْهُمْ فَشَدَّ الْوُثَاقَ فَإِذَا  
 مَنَا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَأَمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا (محمد - ۱)

جمع مخاطب کے صیغے صاف بتا رہے ہیں کہ ہر مسلمان مخاطب اور رضا کارانہ خدمات  
 جنگی انجام دینے اور معاملات کے سمجھنے کے لئے مکلف اور امیر سب کے مشورے سے کام کر نیچے لئے مجبور  
 یہ نہیں کہ صرف ایک امیر جس طرح اس کا جی چاہے کرے اور عام مسلمان بالکل بے خبر اور غیر ذمہ دار  
 رہیں +

غیر الہی یا شیطانی سلطنت میں فرعون سیرت پادشاہ لوگوں سے ناجائز طور پر وصول  
 کیے ہوئے روپے اور شاہی خزانے کے ذریعے لوگوں کو نوکر رکھ کر اپنی فوج تیار کرتا اور اپنی خواہش کے  
 موافق ان تختواہ دار سپاہیوں کو جہاں چاہتا ہے استعمال کرتا ہے۔ وہ نہ کسی مشورہ لینے کے  
 لئے مجبور ہوتا ہے اور نہ مشورہ پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے، الہی سلطنت میں جنگی طاقت کسی کو  
 ناجائز طور پر ستانے لوٹنے اور مارنے کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی لیکن شیطانی سلطنت میں یہ سب  
 کچھ ہو سکتا ہے اور خود مختار پادشاہ جہاں چاہتا ہے طاقت کو استعمال کرتا ہے۔ وَ  
 إِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْدِكَ أُمَّمَّتَهُ وَالنَّاسُ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ  
 الْفَاسِقَ ۝ (البقرہ ۵ - ۱۲۵) شیطانی سلطنت کا فرمانروا بلا وجہ اور ناحق لوگوں کو نقصان پہنچا



سکتا اور ان کی جانوں مالوں اور عزتوں کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے۔ ایک بت پرست اور ستارہ پرست عورت نے جو خود بھی فرمانروائی ان الفاظ میں خود مختار و کٹیڑ و کٹا نقشہ کھینچا ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ:-

مَنْ الْمَلُوكُ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُهَا  
وَجَعَلُوا عِزَّةَ أَهْلِهَا إِذْ لَهُ -  
جب بادشاہ ہو گا کسی آبادی پر دخل ہو جاتا ہے تو اس کو  
تباہ و برباد اور اس کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے

ہیں :-  
را النمل - ۳۰

شیطانی سلطنت کے مطاع مطلق اور مختار ناطق فرمانروا کو اگر کوئی نصیحت کی جاتی ہے اور اطاعت الہی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اپنے پندار و غرور اور تکبر کی وجہ سے اور بھی زیادہ اگرتا اور تیج و تاب کھا کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْ  
الْعِزَّةَ بِأَلْئَامٍ فَحَسْبُ لَهُمْ جَهَنَّمُ ط وَ لَبِئْسَ الْاِمْرَاؤُة (البقرہ - رکوع ۲۵)  
حالانکہ الہی سلطنت کے امیر یا خلیفہ کے پیش نظر ہمیشہ حکم الہی رہتا ہے فلا وربك  
لَا يَوْمَنونَ حَتَّى يَخُوتَ بِحُكْمِكَ فِيمَا أُخْتَبِرْتَنَّهُمْ لَمْ كَا يُجِدُوْا فِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ  
لَيْسَلُوْا اَلْسِيْمًا (النسار رکوع ۱۹)

شیطانی سلطنت کا مطلق العنان پادشاہ ہمیشہ اسباب کا خواہشمند رہتا ہے کہ لوگوں پر  
اس کو ایسا اختیار و اقتدار حاصل ہو جائے کہ اس کے اشارہ اپنی جانیں قربان کرنے لگیں  
جیسا کہ حسن بن صباح نے زحکا کو پرآچکا ہے، ایسے حقا فراہم کر لیے تھے کہ وہ اس کے اشارہ پر آج  
ہلاک کر دیتے تھے لیکن الہی سلطنت کے امیر کو کبھی بھولکر بھی اس کا خیال نہیں آسکتا اس لیے کہ وہ جانتا  
ہے کہ یہ اختیار خدا کے کسی انسان کو ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا :-

الہی سلطنت میں قوم کے ہر شخص کو دخل و اختیار حاصل ہوتا ہے اور ہر شخص معاف  
امارت میں حصہ لے سکتا ہے، کیونکہ امارت سلطنت قوم کی ہوتی ہے اور قوم کو محفوظ  
طاقتور بنانے کے لیے ہوتی ہے کسی ایک شخص یا ایک خاندان کی ہو جس را بنو نوحا آلہ کا رہنے والا  
یا قوم اذ کروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء وجعلكم ملوكا (المائدہ - ۳)

نبی یعنی قانون الہی کا لایا ہوا ہر شخص نہیں ہو سکتا اس لیے جعل فيكم انبياء فرمایا اور چونکہ

میں ہر شخص حصہ دار اور شریک ہوتا ہے لہذا جعلک مملوک فرمایا۔  
 شیطانی سلطنت کا فرمانروا اپنے آپ کو فرعون اور خدائی صفات کا موصوف بنانے  
 کی کوشش کرتا اور دوسروں کو ذلیل و کم حیثیت سمجھ کر اپنے دشمنوں پر ہر سے بٹھاتا اور بلاؤں  
 و پروائی کوئی اُسکے پاس نہیں پہنچ سکتا لیکن الہی سلطنت کا فرمانروا ہمیشہ اپنے آپ کو انسان  
 اور دوسروں کا خادم تصور کرتا۔ ہر شخص ہر اوقات اُسکے پاس پہنچ سکتا اور اس سے  
 قیام عدل کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ وَ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَخِذَانِ فِي الْحَرْبِ إِذْ نَفَخَتِ  
 فِيهِمْ غَمَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِيَكُومَهُمْ شَاهِدِينَ رَالاَسْبِيَارِ ۙ (۶)  
 غرض جہاں تک کھوج لگاؤ گے اور قرآن مجید میں جس قدر تدبیر کر دگے یہی ثابت ہوگا  
 کہ الہی سلطنت اور خدای تعالیٰ کے منشاء کے موافق قائم شدہ نظام امارت میں کسی انسان کو  
 قطعاً مختار مطلق یا ڈکٹیٹر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور قرآن مجید اس کو شرک اور ظلم عظیم قرار دیتا ہے  
 اور سچا پکا مسلمان ایک منٹ کے لیے بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ الہی سلطنت ایک نچتہ قانون  
 یعنی کتاب و سنت کے ماتحت قائم ہوتی ہے اور انسانوں کو صرف خدا کا فرمانبردار بنا کر  
 ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر کے سب کو پادشاہ بنا دیتی ہے لیکن غیر الہی سلطنت ہمیشہ کسی  
 انسان کو خدا کا قائم مقام اور مختار مطلق بناتا اور باقی تمام انسانوں کی آزادی کو فنا کر دینا  
 چاہتی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ عالم انسانیت کو کتاب و سنت کی حقیقی تعلیم  
 سے واقف و آگاہ بنا دیا جائے تاکہ الہی سلطنت کے قیام میں کوئی دشواری اور رکاوٹ نہ  
 باقی نہ رہے۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

حماقت یا شرارت کی راہ سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب اطاعت خدا کے سوا کسی  
 کی نہ ہوئی تو نظم اور نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے اور امارت یا سلطنت ہی کا نہیں بلکہ گھبراہٹ  
 کی معاشرت کا انتظام بھی درست ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض بھی درست نہیں ہو سکتا ہے۔  
 آگے بڑھ کر یہ قائل ہونا واجب ہے اور اس کے لیے حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کی معاشرت

اہلیت نہ رکھتا ہو۔ تاہم اسکا جواب ضرور ہونا چاہیے۔ سینے۔ اسلام نے کتاب و سنت کو ہر شخص کے لئے واجب الاتباع قانون قرار دیا ہے یعنی سب کو خدا و رسول کا مطیع اور صرف ایک قانون کا فرمانبردار بنانا چاہا ہے اس ایک قانون کو تبوع و مطاع بنا کر سب کی اتباع و اطاعت سے آزاد کر دیا ہے۔ اسلام کے اس کامل و مکمل قانون میں تمام ضروری اطاعت کے حدود و اقسام اور پیمانے موجود ہیں کہ کس کس کو کس کس کی کہاں کہاں کتنی کتنی اطاعت کرنی چاہیے۔ اسلام کے قانون کتاب و سنت کی کامل اطاعت میں معاشری و اخلاقی و تمدنی ہر قسم کے نظامات اس خوبی و خوش اسلوبی سے قائم ہو جاتے ہیں کہ کسی دوسری طرح ممکن ہی نہیں تمام ضروری حدود و قیود متعین و مدون ہیں اور کسی قسم کی کوئی خرابی و بد نظمی پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ لہذا اب کوئی انسان ایسا قانون نہیں بنا سکتا جس کی اتباع و اطاعت فرض قرار دی جاسکے اور کوئی انسان کتاب و سنت کے خلاف ایسا حکم جاری نہیں کر سکتا جس کی تعمیل مسلمان پر فرض ہو بلکہ مسلمان کا فرض یہ ہے کہ اس مخالف کتاب و سنت قانون کو رد کرے اور اس کی مخالفت کرے اور اپنی آزادی کو ہرگز مجروح نہ ہونے دے مسلمانوں کی قوم کتاب و سنت ہی کی اطاعت میں اپنا امیر یا امام یا خلیفہ یا سلطان ایسے شخص کو منتخب کرتی ہے جو کتاب و سنت کے قانون کو نافذ کرنے اور لوگوں کو کتاب و سنت کا عامل بنانے کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو مسلمان کتاب و سنت ہی کے احکام کی تعمیل میں اپنے امیر اپنے رئیس العسکر اپنے قاضی اور اپنے پادشاہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل و اطاعت کرتے ہیں اور جب ان کو ذرا بھی شبہ گزر جائے کہ ہمارا امیر کتاب و سنت کے خلاف چل رہا یا مخالف کتاب و سنت حکم دے رہا ہے تو کتاب و سنت ہی کی تعمیل میں اس امیر سے جواب طلب کرتے اور اس کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے عمل اور اپنے حکم کو کتاب و سنت کے موافق ثابت نہ کر دے۔ اگر وہ کتاب و سنت کی مخالفت اور اپنے حکم پر اٹرا رہے تو پھر اسکو ایک مجرم کی حیثیت سے معزول اور سیدھا کر دیتے ہیں مسلمانوں کا امیر بھی بالکل اسی طرح کتاب و سنت کی اطاعت پر مجبور ہے جس طرح ہر شخص میرا مریطانی اور نفسانی تعین ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے تو کتاب و سنت حجت اور امیر المسلمین کے لئے حجت نہ ہو۔ چنانچہ ایسے



ہی موقع کے لیے خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ  
وَالرَّسُوْلِ یعنی اگر کسی بات میں تمہارا اور تمہارے امیر کا تنازع ہو تو اس معاملے کو خدا اور  
رسول یعنی کتاب و سنت پر پیش کر کے فیصلہ کر لو اور جو کتاب و سنت کا حکم ہو اس پر عمل کرو

## صدیقی و فاروقی خلافت

اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت خلافت کے بعد ہی اپنی سب سے

پہلی تقریر میں اعلان فرمایا کہ:

اِيْهَا النَّاسُ قَدْ وُلِّيتْ عَلَيْكُمْ وَاَلَيْتُ  
بِحَيْرِكُمْ فَاِنْ اَحْسَنْتُمْ فَاَعَيْنُوْنِيْ وَاِنْ  
اَسَاْءْتُ فَفُوقُوْا مَوْنِيْ الصِّدْقُ اِمَانَةٌ وَا  
الْكِبْرُ خِيَانَةٌ وَالضَّعِيْفُ فَيَكْمُ قُوًى  
عِنْدِيْ حَتّٰى اَخْذَلَهُ حَقُّهُ وَالْقَوِيُّ ضَعِيْفٌ  
عِنْدِيْ حَتّٰى اَخْدَمْتُمُ الْحَقَّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ  
تَعَالٰى. لَا يَدْعُ مِنْكُمُ الْجِهَادُ فَاَنْهَ لَا يَدْعُ  
قَوْمٌ اِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذَّلِّ اطِيعُوْنِيْ  
مَا اطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِذَا عَصَيْتُمْ  
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلَا طَاعَةَ لِيْ عَلَيْكُمْ۔

لوگو! میں نے تمہارا سر پرست و امیر ہونا تسلیم کر لیا ہے حالانکہ  
میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا اور نیک کام کروں تو میری  
مدد کرو اور اگر کہیں ڈگمگا جاؤں تو مجھے ٹھیک کر دو راستی امانت ہے  
اور جھوٹ خیانت ہے تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے  
جب تک میں اس کا حق اُسے نہ دو اور وہ اس کے نزدیک کمزور  
ہے جب تک میں اُس سے کمزور کا حق نہ وصول کر لوں <sup>نشانہ</sup>  
تعالیٰ تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرو کیونکہ جو قوم اس کو ترک دیتی ہے خدا  
اس کو ذلیل کر دیتا ہے میری اطاعت اس وقت تک ہے جب تک  
میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کروں اگر میں اللہ اور اُس کے  
رسول کی نافرمانی کروں تو پھر تم میری اطاعت نہ کرو۔

اپنی اسی تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب قرآن نازل ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلعم نے  
اپنا طریق و سنت دکھا کر راستہ بتا دیا اور ہم کو سکھا دیا ہے تو پھر دشواری ہی کیا باقی رہی۔  
یہی فرمایا کہ میں کتاب و سنت کی اتباع کر نیوالا ہوں اپنی طرف سے نئی باتیں نکالنے والا نہیں  
حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن عروہ کی روایت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی  
اللہ عنہ کی اس تقریر کو اپنی تاریخ الخلفاء میں نقل کر کے بعد لکھا ہے کہ :-

”حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ان مشرکوں کے سوا جو حضرت ابو بکر صدیق

سے اپنی تقریر میں بیان کی ہیں اسلئے انرا امر بایر نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف توجہ کرتے قرآن مجید میں وہ صورت وجود نہ ہوتی تو حدیث سے فیصلہ کرتے اگر حدیث بھی نہ ہوتی تو انکا ہر حال پر شک کو جمع کر کے اس کے اتفاق ماننے سے جو امر قرار پاتا اس کے مطابق فیصلہ کرتے یہ نہیں کہ غرض مطابق کی غرض سے جو کچھ انکا حکم صادر فرمادیتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منہ رنجہ بالانقریب کے ایک ایک نقطہ پر غور کرنا اور دیکھنا کہ کس طرح خیریت و مساوات انسانی کی صفات میں نکل رہی ہیں اور اصل انسانی کے لیے یہ اپنی حکومت کس قدر تسکین بخش اور راحت رساں ہو سکتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف فتے واقعات میں فتح مشن کے ایک مقدمے اسلامی نظام حکومت پر خوب روشنی پڑتی ہے اور نہایت صفائی کے ساتھ اطاعت امیر کے حد و معلوم ہو جاتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید بن ابراح رضی اللہ عنہ کے تعلق اللہ تعالیٰ میں اثر مشن کے بااثر ہو کر میں جو گفتگو ہوئی وہ بہت کچھ اطاعت امیر کا فیصلہ کر دینے والی ہے۔

حضرت خالد بن ولید کا منصب سالانہ سب سزوں ہوتا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خالد بن ولید کے تعالفا میں گفتگو ہوئی حضرت خالد بن ولید کو یہ سالانہ سے معزول ہو کر حضرت ابو سعید بن ابراح رضی اللہ عنہ کو کوئی جگہ سب سالانہ سزوں والا حکم پر موکل پہنچایا مشن میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے معزول کیا گیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے غلطیاں سرزد ہوئیں یا نہیں یہ ایسی باتیں ہیں جو مورخین میں مختلف فیہ رہی ہیں۔ لیکن نسخہ مشن کے متعلق جس واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے اس کے اس اثر اور نتیجہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس کو اس پر گرا کر بیان کرنا مفہوم ہے۔  
 اس واقعہ کے متعلق جو کچھ مورخین نے بیان کیا ہے اس سے مشن کے متعلق دور دورہ  
 گفتگو ہوتی ہے اور اس کے متعلق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ مشن  
 جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے اس کے متعلق ہے اور اس کے متعلق ہے۔

بن العاص رضی اللہ عنہما بنی ہاشم بن ابی العاص بن ابرہہ بن خزیمہ زان بنی اور حضرت  
بن الاذور دو ہزار ٹویح کے ساتھ گشت و گراہی میں مشغول رہتے تھے اور ان کے  
سختی سے اہل شہر تنگ آگئے۔ اس تمام سرداری لشکر کی تعداد پچاس ہزار تک بیان کی  
جاتی ہے جس میں ایک ہزار اصحاب نوکی اور ایک سو پندرہ حضرات شامل تھے شہر والوں  
کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اور امین الاہل حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کی طرف  
مراجہ کا حال معلوم ہو چکا تھا۔

اہل شہر نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما سے صلح کا سلام پیام کرنا چاہا  
ایک دن آدھی رات کے وقت باہر سے اہل دشمنی کے چھتیس لاکھ اور آدھی گھم  
تھامے سردار کے پاس صلح کی غرض سے جانا پہنچے ہیں۔ مشورہ کیا کہ ہر پہلو سے یہ ہے  
وہ آگے بڑھے اور انکو سزا دیکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما سے صلح کر لی اور ان کے جان و  
مال کی حفاظت کی شرط پر شہر و کریمہ کو سہ ماہ لٹکا گیا اور صلح طلوع آفتاب کے وقت شہر کا دروازہ  
کھولا گیا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما سے صلح ہوئی اور ان کے ساتھ صلح ہوئی اور  
اسی طرح اور بھی کئی دروازوں سے سرداران لشکر اسلام شہر میں داخل ہوئے اور ان کے  
میں یونس بن مرقس نامی ایک ثقی سے جسکو مکان بنی ہاشم ثقی کے متعلق تھا حضرت خالد  
بن ولید کو شہر میں داخل ہونے کا موقع بہم پہنچا دیا اور وہ باہر سے داخل ہوئے اور شہر میں  
ہوئے۔ اور وسط شہر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے درمیان  
ایک دو حصے سے ملائی گئی اور یہیں بعض دشمنوں نے سردار کی اہل سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما سے صلح  
خالد رضی اللہ عنہما کے ہمراہ ہونے پر شہر بھٹ دیکر کہا کہ شہر میں صلح کی ہے اور یہی صلح خالد رضی اللہ عنہما  
کہ نہیں ہم نے بزور شمشیر فتح کیا ہے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم شہر والوں کی جان و مال کی  
حفاظت کے لئے دار ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف سے صلح  
کہا کہ لینا ان مشرکوں کے جانیوں کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ صلح  
رسول اللہ لینا ان ذمیوں پر باقی رکھو اور ان کو تہیہ و تکریم سے ملانا ان کی دلوں کو جوں  
میں افساد ہم ہو جائے لیکن فوراً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے صلح ہوئی اور وہ صلح



اصحاب نبوی صلعم سڑک کے عرض میں صفت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر حملہ کا موقع نہیں دیا۔ خالد بن ولیدؓ یہ دیکھ کر کہ تمام اصحاب نبویؐ حضرت ابو عبیدہؓ کو برحق سمجھتے ہیں اور میری سپہ سالاری اور امارت کو مطلق خاطر میں نہیں لاتے حیران و ششدر ہو کر رہ گئے اور انھوں نے کہا کہ اے ابو عبیدہؓ میں امیر ہوں اور آپ میرے ماتحت ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ ہاں آپ امیر ہیں لیکن ایک مسلمان کا عہد تمام مسلمانوں کا عہد ہے۔ اور ایک مسلمان نے اسلام کی بہتری کو مد نظر رکھ کر جو معاہدہ کیا ہے اس کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازمی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ میں اس وقت اولی الامر ہوں اور میری اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شرجیل بن حسدؓ نے جواب دیا کہ اولی الامر کی اطاعت صرف اس وقت تک واجب ہے کہ خدا و رسول کے حکم کے خلاف نہ ہو اور یہ آیت پڑھی "فان تنازعتم فی شئ" یہی بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کہی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا اگر میں عہد نامہ پر دستخط نہ کروں؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا عہد نامہ پھر بھی نافذ رہے گا۔ کیونکہ شہر والوں کو امن دے چکا ہوں۔ چنانچہ شہر والوں کو امن ہی دیا گیا اور یہ معاملہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی رائے کے موافق لکھ کر خلیفہ المسلمین کی خدمت میں روانہ کیا گیا اور شکر اسلام نے حضرت خالدؓ کی اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کی یہ روئداد جب مدینہ میں پہنچی تو حضرت ابو صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہو چکے تھے اُن کے سامنے پیش ہوئی اور انھوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالاری سے معزول کر کے اُن کے جگہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار عظیم بنا دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خلیفہ ہو کر سب سے پہلے ایسا ہی اعلان کیا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تھا کہ رَحِمَ اللّٰهُ مَوْءَاہِدُنَا یٰ اٰمِنَیْنَ عِیُوْبِیْنَ "خدا ہمتی اُس شخص پر رسم کرے جو میرے عیوب میرے پاس تحفہ میں بھیجتا ہے" میرے عیب مجھ پر ظاہر کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت فاروق عظیمؓ نے عورتوں کے مہر کی مقدار زیادہ مقرر کرنے پر ناپ کا اظہار فرما کر مہروں کی مقدار محدود کرنے کا حکم دیا ایک صحابیؓ نے سنکر فوراً ٹوٹا اور اظہار

کیا اور کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کون ہوتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی رخصت اور اجازت کو غضب کر سکے اور بھی  
آیت پڑھی دَانَ اَرْدَتُّمُ اسْتَبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَاَيُّكُمْ اِحْدَاهُنَّ قَنَطًا سَاءَ  
فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْعًا ط (النساء۔ رکوع ۳) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شکر فوراً  
اپنے حکم کو واپس لیا اور اظہارِ مسرت کے طور پر فرمایا کہ مدینہ کی عورتیں بھی عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہہ ہیں۔  
ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عامل عراق حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں اسبا  
کو ناپسند کرتا ہوں کہ مسلمان عیسائی عورتوں سے شادیاں کریں، لہذا مسلمانوں کو روک دو کہ وہ  
ایسا نہ کریں، انھوں نے جواب میں لکھا کہ یہ آپ کی ذاتی رائے ہے یا حکمِ شرع ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
لکھا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہم آپ کی  
ذاتی رائے کے ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں! چنانچہ انکی رائے نہیں مانی گئی اور مسلمان برابر عیسائی  
عورتوں سے شادیاں کرتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک  
تہذیب آمیز خط لکھا انھوں نے بھی نہایت دلیری اور آزادی کے ساتھ ترکیب کی جواب دیا۔  
لیکن جب ایک دن سرے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو سزا دی تو چونکہ وہ قانونِ شرع کے موافق بھی  
تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان بھی نہ کر سکے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہنادند کی جنگ میں  
سپہ سالار بنا کر بھیجا چاہا لیکن انھوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت  
عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو ہر اہم کام میں ضرور شامل کرتے تھے اور اسکے بعد  
بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

ذک شام میں جب وہ بائے طاعون نمودار ہوئی تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور اسلامی لشکر کی  
بہادری کو پھاڑ پھینس لیکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ کا یہ حکم ماننے کے قابل  
نہیں ہے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی اگرچہ یہ ایک اجتہادی غلطی تھی لیکن انھوں نے جس چیز کو صحیح سمجھا  
اسی پر عمل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کو کتاب و سنت کے خلاف سمجھ کر اس پر

عمل نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبر پر چڑھے اور کہا کہ صاحبو اگر میں دُنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ مجمع سے فوراً ایک شخص کھڑا ہو گیا اور تلوار میان سے کھینچ کر بولا کہ تمہارا سر اڑا دینگے حضرت عمرؓ نے اُسے آزمانے کے لیے ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو میری شان میں یہ الفاظ کہتا ہے اُس نے پوری جرات و دلیری سے کہا کہ ہاں ہاں تمہاری ہی شان میں کہہ رہا ہوں حضرت عمرؓ یُنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ احمد اللہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھ کو سیدھا کر دیں گے۔

اسی طرح مالِ غنیمت کی چادروں کا مشہور قصہ ہے کہ ایک شخص نے سر ممبر آپ کو ٹوک دیا اور آپ کو صفائی پیش کرتی پڑی اور جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی گواہی گزر چکی تو اُس نے کہا کہ ہاں! اب ہم آپ کی بات سُنیں گے اور مانیں گے۔ اُس پر بھی حضرت عمرؓ مطلق ناخوش نہیں ہوئے یہی حق گوئی و حق پسندی و حق پرستی تھی جو اسلام نے ہر شخص میں پیدا کرنی چاہی ہے اور اسی پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے اور اسی طرح دُنیا میں حق قائم ہو سکتا ہے اور یہی حریت و مساوات تھی جسے عربوں کو تمام دُنیا کا فاتح بنا دیا تھا لیکن مسلمانوں کی بظہیر کس درجہ ترقی کر چکی ہے کہ فاروق اعظمؓ کے زمانے میں حکومتِ آلہی کے اندر رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے خطاب یافتوں اور قیامت تک کے لیے نجوم ہدایت بنجانے والوں اور اپنی آزادی و حریت اور خدا پرستی کے بہترین نمونے دکھلانے والوں کی نسبت آج اپنی خود تراشیدہ امارت کا ایک مدعی انتہائی بدتمیزی کے ساتھ بد بخت اور بد نیت کے الفاظ استعمال کرتا اور حاسد اور فتنہ پسند کے نام سے یاد کرتا ہے اور اطاعتِ الہی کی طرف بلانے والوں کے لیے سب و شتم کے انبار لگاتا چلا جاتا اور اپنے جاہل اور حقیقت اسلام سے ناواقف مریدین و تبعین کے لیے اپنے مخالفوں کو قتل کر دینے کی ترغیبات بھی ساتھ ساتھ فراہم کرتا جاتا ہے مسلمانوں کی اس بظہیر کا صحیح اندازہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں میں علم و فضل کے اعتبار سے شہرت رکھتے ہیں وہ عموماً گونگے ہو گئے ہیں وہ طوفانِ بدتمیزی کے تلامذہ کو دیکھتے اور مسلمانوں کی بے عملی اور قوائے ذہنی کے انتشار سے واقف ہیں مگر مسلمانوں کو سیدھے راستے کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا پیغام لے کر نہیں آئے۔



اپنی اس خاموشی کے نتائج کی خطرناکی کا احساس بھی رکھتے ہیں لیکن اپنی جان کی خیر مناتے اور دنیا کے متاعِ قلیل اور دنیا کے عیش فانی کی محبت و حفاظت کو زیادہ قیمتی سمجھنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلط کاروں کو سزا دینے میں بڑے مستعد تھے اور بے سنت کی مخالفت کو ایک منٹ کے لیے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اسپرانتِ مرحومہ کا اتفاق ہے کہ فاروق اعظمؓ اسلامی اخلاق کی مجسم تصویر تھے اور اسطرح دوسروں کو بنانا چاہتے تھے جو شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طرز عمل اور نمونہ امارت کو جس قدر غلط اور قابل اصلاح قرار دیتا ہے وہ خود اسلام اور حقیقتِ اسلام کے سمجھنے سے استیقاد دور و بھور ہے \*

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پابندیِ شرع اور قیامِ حق کے معاملے میں نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی رعایت کی اور نہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی کسی غلطی پر درگزر کی۔ انھوں نے اپنی طرف سے کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی انھوں نے صرف کتابِ سنت ہی کے قانون کو نافذ کیا اور اسی لیے وہ سبے زیادہ کامیاب امیر تھے انھوں نے خود عام لوگوں کے سامنے اعلان فرمایا تھا کہ "إِنِّي أَسْأَلُكُمْ عَلَىٰ أُمْرَاءِ الْأَمْصَارِ إِنِّي كَمَا أَبْعَثُهُمْ إِلَّا يَفْقَهُو النَّاسَ فِي دِينِهِمْ"۔

میں تم لوگوں کو استبا پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے شہروں اور صوبوں کے امیر اس لیے مقرر کر کے بھیجے ہیں کہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں یعنی احکامِ الہی کا فرمانبردار بنائیں۔

یہاں تک کہ وہ فوجوں کے سپہ سالار اور افسر بھی انہیں لوگوں کو مقرر کرتے تھے جو حقیقتِ اسلام اور دینی احکام سے زیادہ واقف اور زیادہ متبع کتابِ سنت ہوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نظم حکومت، ضبط رعایا، انتظام سلطنت اور امانِ مملکت کے معاملے میں ساری دنیا کے حکمرانوں، پادشاہوں، امیروں، سلطانوں اور پریسڈنٹوں کے لیے بہترین نمونہ تسلیم کیے جاتے ہیں اور قریباً ہر ملک اور ہر قوم کے عالموں، مصنفوں، قانون دانوں اور لیڈروں نے ان کو بہترین فرمانروا، بہترین عادل، بہترین ہمدردِ خلاق اور بہترین مدبر و منظم تسلیم کیا ہے۔ وہ اقوامِ عالم میں تمام فوجی، مالی، دیوانی، مجسٹریٹ اور عدالتی نظامات کے موجد

سمجھ جاتے ہیں اور مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ غیر مسلموں نے بھی اُنکی خلافت و حکومت کو ہمیشتی سلطنت اور الہی حکومت مانا ہے اور غیر مسلم مصنفین نے روئے زمین کے مقننوں میں اُنکو صد نشین تسلیم کیا ہے لیکن کسی رحم مادر میں کوئی ایسا لطفہ اب تک قرار پاسکا ہے جو اس جہان آج گل میں پیدا ہو کر اور نشوونما پا کر اور خوب ہوشیار و چالاک اور چاق و چست ہو کر یہ ثابت کر سکے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کے آئین و قوانین کتاب و سنت کے خلاف یا کتاب و سنت کے غیر تھے یا کتاب و سنت سے ماخوذ و مستنبط نہ تھے یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختار ناطق اور مطاع مطلق کی حیثیت سے حکومت کی اور وہ اپنے اعمال و افعال احکام میں غیر مسئول اور کتاب و سنت کے آگے جو ابدہ نہیں سمجھے جاتے اور مسلمان اُن کو خدا کی مانند لا شریک فی حکمہ احداً کا مصداق سمجھتے تھے۔

اگر یہ ممکن نہیں تو پھر لوگ یہ کس قدر لغو اور بیہودہ دعادی کر رہے ہیں کہ اسلام میں امیر کی اطاعت مطلق اور بلا قید و بلا شرط ہے اور صدر اسلام میں امرائے اسلام کو اختیار ناطق حاصل تھا اور امیر کی اطاعت بلا قید و شرط ہے۔

یہ کہنا کہ کتاب و سنت کی اتباع کا مطالبہ امیر سے ہر شخص ہمہ اوقات کیسے کر سکتا ہے اور قرآن کھولے ہوئے ہر وقت کون امیر کے پیچھے پیچھے پھر سکتا ہے ایسی ہی بیہودہ اور ناقابل التفات ہے جیسا کسی شخص نے فان تنازعتمہ کے متعلق کہا تھا کہ اگر امیر سے تنازع کرو گے تو چونکہ فوج کی طاقت امیر کے ہاتھ میں ہے لہذا ایک طرف رعایا ہوگی اور ایک طرف امیر کی فوجی طاقت ہوگی اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ لہذا بہتر یہ ہی ہے کہ خاموش ہو رہو اور امیر کو کتاب و سنت کی خلاف ورزی پر قائم رہنے دو جس طرح موخر الذکر نے امیر کی فوج اور مسلم عوام کو ڈو ڈو الگ الگ ایک دوسرے سے اجنبی گروہ فرض کرنے اور انہی قانون کو لغو باللہ بے معنی اور بیکار قرار دینے میں اسلام سے اپنی نادانیت کا ثبوت دیکر اپنے آپ کو ناقابل خطاب بنا لیا ہے اسی طرح اول الذکر کو یہ بھی خبر نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام کو ہمہ اوقات قرآن مجید کھولے ہوئے اُنکے پیچھے پیچھے پھرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی حالانکہ ہر حکم اور ہر فیصلہ کتاب و سنت ہی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا اور وہ ہرگز مطاع مطلق نہ

## اسلامی نصیبین اور ایک عظیم الشان فریب

مسلمانوں کے نفس پرست عالم نما مولویوں، واعظوں اور فریب باز جاہل پیروں نے اپنی اغراض ذاتی کے لیے دنیا کی بے ثباتی اور سبب معیشت کی طرف بے رغبتی پیدا کر نوالے مواعظ کی لئے کو اس قدر حد سے زیادہ بڑھا دیا کہ اس حقیقت کو کہ دنیا کی تمام چیزیں انسان کے فائدے اور کام میں لانے کے لیے پیدا کی گئی ہیں بالکل بھلا دیا اور **تَجَلَّوْا نَدًا قَرًا طَبِيسَ تَبَدُّ وَ نَهَا وَ تَخْفُونَ كَثْرًا ۵ (الانعام-۱۱)** کے مصداق بن گئے چنانچہ مسلمانوں میں تعلیم اسلام کے خلاف رہبانیت اور سادہ ہونے نے نشوونما پائی شروع کر دی اور حقیقت اسلام سے جدا ہونے لگے۔ اس طرح شیطانی تعلیمات کے متبع اور تعلیمات الہیہ سے غافل ہو کر اُسکے نتیجے میں روز بروز افلاس، بے عملی، تن آسانی، سستی، بزدلی وغیرہ میں مبتلا ہوئے۔ سلطنتیں چھین گئیں، سامان معیشت کے ڈرائے تنگ ہو گئے، فطری ضرورتوں اور ناگزیر احتیاجوں نے اخلاق کی بلند کوپستی سے تبدیل کر دیا اور دمبدم ایک قابل عزت قوم کی جگہ ذلیل قوم بننے لگے اور اسلام کی نسبت یہ غلط تصور قائم ہوا کہ وہ انسان کو دنیا میں تباہ حال و فاقہ مست اور ذلیل و رسوا رکھنا چاہتا ہے اور اُسکے معاوضے میں جنت کا وعدہ کرتا ہے اور مسلمانوں کو جنت کے حاصل کر لینے کے لیے بخوشی یہ ذلتیں برداشت کرنی ضروری ہیں اور اپنی اس بے سامانی اور تباہ حالی کو سامان اخروی یقین کر کے وظیفہ خوانی سے گردانی اور چلہ کشی میں مصروف رہنا چاہیے۔ حالانکہ یہ تصور سراسر غلط اور تعلیمات قرآنی کے بالکل خلاف تھا۔

اس کا رد عمل ضروری تھا۔ چنانچہ ایک گروہ مسلمانوں میں پیدا ہوا جسے بجائے اسکے کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیم اور قرآن مجید کی طرف متوجہ کرتا اسے اسلام کی حقیقت سے آشنا ہوئے بغیر اسلام کو مسلمانوں کی تباہ حالی کا سبب گردان کر مسلمانوں کو اسلام ہی سے برکشتگی و بغاوت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ جن لوگوں نے بلا ترغیب غیرے خود ہی پیٹ بھرنے اور تن ڈھانکنے کے لیے مجاہد ہو کر محنت و عمل سے کام لینا اور دنیا کمانا شروع کیا اپنی جہالت اور قرآن مجید سے بے تعلق کے سبب اپنے آپ کو اسلام کا باغی سمجھنے لگے۔ حالانکہ ان کا یہ عمل اور قرآن مجید کے خلاف نہ تھی



اگر وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرتے تو زیادہ بہتر حالت میں پہنچ جاتے نتیجہ یہ ہوا کہ تارک الدنیا چلے کش فقیر اور پیر سچے پکے مسلمان اور نماز روزہ ادا کر نیوالے رہی مسلمان اور سب بڑا اگر وہ جو نماز روزہ کی بھی قید میں نہ رہا تھا۔ اسی مسلمان بن کر رہ گئے قرآن مجید انہیں سے کسی کے بھی پیش نظر نہ تھا اور یہ ساری خرابیاں اور ساری بربادیاں اسی لیے نمودار ہوئیں کہ قرآن شریف کو مسلمانوں نے پس پشت ڈال دیا تھا۔ اور یہ نتائج اعمال جیسا کہ خدا قانون ہے۔ فوراً ہی نہیں بتدیج اور دیر و تامل کے ساتھ مرتب ہوئے، نوع انسان کے لشتنی دشمن نے مسلمانوں کو قرآن مجید سے غافل و ذاہل رکھنے کے لیے اور بھی بہت سے سامان ایجاد و دہریت کے موجود کر دیے اور بدیسی اپنی انتہا کو پہنچ گئی جس خدا نے بنی اسرائیل کی ذلیل و تباہ حال قوم پر رحم فرما کر مصر سے انکی آزادی دستکاری کے سامان خود مہیا فرمایا اسی خدا نے ہندوستان کے مسلمانوں کی بربادیوں اور تباہ حالیوں پر رحم فرما کر ایسے سامان پیدا کیے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں عجا بجا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہونے کا خیال لوگوں میں پیدا ہوا۔ قرآن مجید کے مفید اور نفع رساں ترجمے اور مفید تفسیریں لکھی جانے لگیں۔ درس قرآن کی مجلسیں قائم ہوئیں اور حقائق قرآنیہ سے واقف و آگاہ بننے اور قرآن مجید میں تدبیر کرنے کی طرف ایک نہایت قلیل تعداد آمادہ ہو گئی۔ قرآن مجید جب ابتداءً دنیا میں نازل ہوا، تو اس وقت بھی اسکی مخالفت میں شیطان اپنے تمام ہتھیار استعمال کئے تھے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالنَّغْوُ وَالنَّغْوُ فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ  
اور جو کافر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور ڈالو۔ شاید تم غالب آ جاؤ

(رحمہ سبحانہ - رکوع ۴۷)

آج باد

اب بھی قرآن مجید کی طرف سے غافل کرنے اور لوگوں کو تعلیمات قرآنیہ سے باز رکھنے کے شیطان نے نئے نئے ہتھیار استعمال کر رہا ہے اور کریگا لیکن قرآن مجید نے پہلے بھی اپنی طرف متوجہ ہوئی چھوٹی اور کمزور جماعت کو مضبوط اور بڑی جماعت بنا دیا تھا اور اب بھی یقیناً یہ ہی ہوا والا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب توحید الہی کا دنیا میں قائم کرنا اور تمام جھوٹے خداؤں کا ملامت کر دینا ہے اسی کا نام خدا تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اور کامل

انفرا برداری کے دوسرے تمام خواہشمندوں کو مایوس کر دینا ہے اسی میں ہر قسم کی کامرانی  
بمقصد ری کاراز مضمربے اور اس کے ذریعے نسل انسانی اپنی شرافت کے صحیح مقام پر فائز ہو سکتی ہے  
اس وقت شیطان نے جس زبردست ہتھیار کو استعمال کیا ہے وہ "دام ہرننگ مین" ہے  
جس طرح نفس پرست اور فریب باز داعظوں نے قرآن مجید کو پارہ پارہ کر کے اسکی حکمت مفصل  
ستور و محجوب بنا کر اور آیات قرآنی کے حوالے دے دے کر سامان معیشت اور اسباب نبوی کی فراہمی  
سے مسلمانوں کو متنفر کر دیا تھا اور مسلمانوں کی زبان حال یہ کہہ رہی تھی کہ ۵

حَسْبُ سَبْرٍ بَخِطٍ سَبْرٌ مَرَاكِرٌ دَاسِيرٍ

دام ہرننگ زمین بود گرفتار شد م

بالکل اسی طرح یورپ زدہ مادہ پرست دماغوں نے جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ کے  
مصدق بن کر اور قرآن مجید کو پارہ پارہ کر کے قرآن مجید کے تباہ اور بھجائے ہوئے صحیح نصبت العین  
و آنکھوں سے اوجھل کر کے قرآن مجید ہی کی آیتوں کے انتہائی چالاکی کے ساتھ حوالے دے دے کر  
اور الفاظ قرآنی میں اپنی طرف سے الفاظ داخل کر کے اور سب کو کلام الہی بنا کر مسلمانوں کو  
عقبے سے غافل، دنیا پرست اور کچھانیہ بنا کر اُنکے اخلاق کو پست تر اور ذلیل تر بنانا،  
اور اپنی من گھڑت باتوں کو حکم قرآنی کہہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنا اور اپنی خواہشات ردیہ کو پورا  
کرنا چاہا ہے ۔

يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ | اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ  
هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (البقرہ - ۱۹) | کی طرف سے ہے۔

جو لوگ یورپ کی مادہ پرستی سے متاثر ہو کر ہستی باری تعالیٰ کے بھی مکر اور سلسلہ انبیاء،  
کتب سماویہ، قیامت، ملائکہ وغیرہ اسلام کے اصولی عقائد کا تسخر اڑاتے مگر مسلمان کہلاتے  
اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل سمجھے جاتے ہیں وہ سب نہایت سخر و اور اتباع قرآنی کے  
برعی بکر لیک گویاں اس طرف دوڑے چلے آتے اور اس دام ہرننگ زمین کو موثر و کامیاب  
بنا کر قرآن مجید کی حقیقی تعلیم کو برباد کر دینا چاہتے ہیں

لَوْ حَىٰ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ | دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں

عُرِّ وَرَأَىٰ رِالْأَنفَامِ - رُكُوعٌ ۱۱۳ | طمع کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔

ان لوگوں کی سب سے زیادہ جاہلوں کے دلوں کو متاثر کر نیوالی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی سلطانی اور حکمرانی دلا دینگے لہذا آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے چل پڑو اور جو ہم کہیں وہ کرو اور اپنے آپ کو بکلی ہمارے سپرد کر دو۔ ہم نے قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اب تمہارے لیے کچھ کہنے سنئے اور سوچنے سمجھنے کی کوئی بات نہیں رہی تم کو ہم سے پوچھنے اور سمجھنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے بس ہم جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو۔ ایسا کرو گے تو پادشاہت قائم ہو جائے گی اور یہی تمہارا مقصد زندگی ہے۔

وَأَنَّ مِنْهُمْ لَفِرَاقًا ثَلَاثُونَ أَلْسِنَتَهُمُ  
بِالْكِتَابِ لِيَحْسَبُوا كَمَا هُوَ  
مِنَ الْكِتَابِ يَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ  
مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ  
الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (آل عمران - ۱۸) | اور ان میں کا ایک گروہ جو کتاب کے متعلق جھوٹ بناتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب الہی سے نہیں ہے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں)

دنیا سے بالکل متنفر کر نیوالے پہلے گروہ نے بھی مسلمانوں کو اسلام سے دُور ڈال دیا تھا اور یہ دُنیا پرست چالاک گروہ بھی مسلمانوں کو اسلام سے دُور دھجور کرنے پر تلا ہوا ہے اُسکے سامنے بھی کوئی حقیقی روشنی نہ تھی اور اسکے سامنے بھی کوئی حقیقی روشنی نہیں۔

يَرْضَوْنَكُمْ يَا قَوْمِ أِهْلِيهِمْ ذَاتَ بَيْنٍ قُلُوبُهُمْ | وہ اپنے موہنوں سے تم کو راضی کرتے ہیں اور تمکے دل اٹکاؤں اور کٹرہم قاسقون ۝ (التوبہ - ۲) | کرتے ہیں اور انہیں سے اکثر نافرمان ہیں۔

حسن بن صلیح اور اُسکے امثال ہی اس طرح مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنا چاہتا تھا اور بہت سے مسلمان اسی طرح اس ارشاد الہی کو بھول گئے تھے جیسا کہ آج بھولے ہوئے ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوا ۲۲ هُوَ قَوْمٌ قَدْ ضَلُّوا  
مَنْ قَبْلُ ۲ ضَلُّوا كَثِيرًا ۲ وَضَلُّوا  
عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ (المائدہ - ۱۰) | اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں کو سلطنت حاصل کرنے اور فرمانروا بننے کی کوشش



نہیں کرنی چاہیے؟ قرآن مجید اسکے جواب میں فرماتا ہے کہ سلطنت حاصل کرنے کی کوشش  
 ضرور کرنی چاہیے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتا ہے کہ انسان کے لیے سب سے زیادہ قیمتی چیز رضائے  
 الہی کا حاصل کرنا ہے اور رضائے الہی فرمانبرداری الہی سے حاصل ہو سکتی ہے اگر پادشاہت  
 حاصل کر کے زمین پر اکر کر اور سینہ نکال کر چلنا۔ اچھے اچھے گھوڑوں اور سواروں پر سوار ہونا۔ مال  
 دولت اور چاندی سونے کے ڈھیروں کا مالک ہونا۔ خوبصورت عورتوں پر متصرف ہونا اور عورتی کی فکر  
 سے غافل ہو جانا مقصود ہے تو یہ پادشاہت ایک لعنت اور انسان کے لیے خسران و زیان ہے  
 اور اگر اس پادشاہت کے ذریعے قیام حق، فرمانبرداری الہی اور مخلوق خدا کی خدمت گزارگی اور  
 عدل و امن کا قیام کرنا مقصود ہو تو یہ ایک انعام الہی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔  
 زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ  
 الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْأَمْوَالِ ط ذَلِكَ مَتَاعُ  
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَ أَحْسَنِ الْمَآبِ ه تَلْ أ وَ نَبِّئْكُمْ بِخَيْرِ مِمَّنْ  
 ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
 خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ ط وَ اللَّهُ بَصِيرٌ  
 بِالْعِبَادِ ه ر ا ل عمران - رکوع ۲۱) لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت مثلاً عورتوں اور  
 بیٹوں اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی اور پیسے، بچے، گھوڑوں اور بٹنی اور عورتی کی محبت اچھی معلوم  
 ہوتی ہے، حالانکہ یہ اس دنیوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس لوٹ کر جانے کی اچھی جگہ  
 ان لوگوں سے کہہ دو کہ کیا میں تم کو دنیوی زندگی کے ان سامانوں سے بہتر فوان نہ بتاؤں گا جو  
 سنا لوگوں کے لیے اُن کے رقبے پاس باغ ہیں جہے نیچے نہیں بہتی ہیں وہ نہیں رہنے والے ہیں اور ان کے  
 پاک ساتھی ہونگے اور ان کو اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے،  
 مومن کا اصل نصب العین دنیوی پادشاہت نہیں ہو سکتی مومن کا نصب العین اس سے بہت  
 زیادہ بلند ہے جس شخص نے رضائے الہی اور اخروی کامرانی کو فراموش کر کے صرف دنیوی پادشاہت  
 ہی اپنا مقصود اصلی اور نصب العین قرار دے لیا اس سے زیادہ بد بخت اور نامراد اور کون ہو سکتا؟  
 دنیوی پادشاہت کا تعلق مشیت الہی سے ہے :-

قُلْ اللَّهُمَّ مَا لَكَ أَلْمَلِكِ تُوْتِي الْمَلِكِ  
 مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكِ مِمَّنْ تَشَاءُ  
 وَتُعِزُّ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مِمَّنْ تَشَاءُ  
 بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ  
 قَدِيرٌ ۝ (آل عمران - ۳)

کہو کہ اللہ کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

رآل عمران - ۳

اگر دنیوی پادشاہت ہی مومن کا نصب العین ہوتا اور پادشاہت کا حصول ہی تکمیل ایمان کی شرط ہوتی تو فرود و فرعون کو دنیوی پادشاہت کیسے مل سکتی تھی جن یورپ زدہ احمقوں نے یورپی فرمانروا قوموں کو جنتی اور خدا کی پیاری قوم ثابت کرنا چاہا ہے وہ شاید فرعون منطوق سے کام لے کر نعوذ باللہ فرعون کو خدا کا پیارا اور برگزیدہ یقین کرتے ہوں تو تعجب نہیں جیسا کہ فرعون کی نسبت قرآن مجید میں ہے کہ :-

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تَبْصُرُونَ ۝ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مِثْلُ آبٍ مُّسْكَبٍ لَّكَ أَدِيمِينَ ۝ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَأُكَةُ الْمُقْتَرِنِينَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۝ أَنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ (الزخرف - ۲۵) نافرمان لوگ تھے۔

قرآن مجید انسان کو وہ بہترین طرز زندگی اور بہترین اخلاق سکھاتا اور اس کی تہذیب کو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچانا چاہتا ہے کہ اس کی نظریں دنیوی پادشاہت کو لی ایسی چیز نہیں رہتی جس پر وہ قانع ہو کر اپنی ترقیات کی انتہا سمجھے، مومن اگر پادشاہ بنا چاہتا ہے تو صرف اس لیے کہ ظالموں کے ہاتھوں کو کوتاہ کر دے، تبلیغ حق کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کر کے حق و صداقت سے ہر شخص کو آشنا ہونے کا موقع بہم پہنچائے اور خدا کی محبت میں خدا کی مخلوق کے ساتھ محبت کا برتاؤ

کرے۔ مومن اس لیے پادشاہت کا خواہاں ہو سکتا ہے کہ خود پادشاہ بن کر اپنے نونہ سے لوگوں کو یقین دلائے کہ کوئی انسان کسی انسان کا مطیع نہیں ہے، بلکہ سب ہی مطیع ہیں۔ نیز اس بات کا بھی یقین دلائے کہ دین و مذہب کے اختیار کرنے میں کوئی کسی پر زبردستی نہیں کر سکتا مگر جس بات کو جو شخص حق سمجھتا ہے وہ اُسے دوسروں کے سامنے پیش کر سکتا ہے ماننا نہ ماننا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔ وہ سب کے ساتھ یکساں انصاف و عدل کا برتاؤ کرتا ہے، چاہے اُس کا ہم مذہب ہو یا دوسرے مذہب کا متبع ہو، وہ نسل انسانی کی معاشرت کو پُر امن اور خوشگوار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اُن لوگوں کو جو ظلم و عدوان اور فساد مچاتے اور امن و امان کو برباد کرنے پر تُل جاتے ہیں طاقت کے ساتھ زیر کرنے پر ہمہ اوقات مستعد رہتا ہے اور اس کام میں بُزدلی اور سُستی نہیں دکھاتا۔ مومن کو پادشاہت حاصل ہونے کے بعد دوسروں سے زیادہ کھانے، نہ دوسروں سے اچھا پہننے کا حق حاصل ہوتا ہے اور نہ وہ دوسروں سے زیادہ کسی قسم کی راحت حاصل کر نیکا حقدار بناتا ہے اُس کو پادشاہت حاصل ہونے کے بعد اپنے کپڑوں میں خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگانے کی ضرورت بھی پیش آ جاتی ہے اور اُس کو اور اُس کے بچوں کو فاقہ کی مصیبت بھی اُٹھانی اور بھوکے رہ کر رات بسر کرنی پڑ جاتی ہے، وہ م کے خزانے کا امین ہوتا ہے اور اُس کو خود بعض اوقات نصف دینار لوگوں سے قرض مانگنا پڑ جاتا ہے۔

ایسی پادشاہت اور ایسی امارت کی خواہش مومن کو محض اس لیے ہی ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا میں حق قائم کرے اور لوگوں کو خدا کا فرمانبردار بنانے کا موقع پا کر خدا کو رضا مند کر سکے۔ وہ حصول پادشاہت کے پہلے ہی اپنی تمام تر توجہ خدا کو رضا مند کرنے کے لیے صرف کرتا تھا اور پادشاہت بننے کے بعد بھی تمام تر توجہ اسی میں صرف کرتا ہے۔ وہ کسی وقت بھول کر بھی محض پادشاہت کو اپنا نصب العین نہیں بنا سکتا۔ وہ پادشاہت کے حصول کی کوشش محض اس لیے کرتا ہے کہ حکومت الہی قائم ہو اس لیے نہیں کہ میری حکومت قائم ہو لہذا اُس کی کوششوں میں کسی وقت بھی کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاسکتی جو احکام الہی اور ہدایت الہی کی نافرمانی پر مشتمل ہو۔ جو شخص صرف پادشاہت کو نظر العین بنا چکا ہے اور اپنی پادشاہت قائم کرنا چاہتا ہے وہ حصول پادشاہت کے لیے جھوٹ



دھوکا۔ فریب، بد عہدی، بددیانتی، وعدہ خلافی وغیرہ تمام شیطانی ہتھیار استعمال کر سکتا ہے لیکن مومن کے پاس چونکہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت و حکمت رومی موجود ہوتی ہے وہ اس کے ذریعے اپنا سفر طے کرتا ہے اور ادھر ادھر نہیں بھٹکتا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشیتِ الہی جو فرمانبرداروں اور نافرمانوں یا نیکوں اور بدوں دونوں کو پادشاہت و حکومت عطا کر دیتی ہے آیا اس کی یہ عطا بخشش سلسلہ اسباب و علل اور اس کے مقرر فرمودہ قانون مجازات کے ماتحت ہے یا اسکی مشیت اپنے مقرر فرمودہ قانون کو خود توڑتی بھی رہتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ قانون ساز حقیقی اپنے قانون ہی کے موافق سب کچھ کرتا ہے: **وَلَوْ كُنَّ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا**، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہماری ہمت و ناتوامی سے سنتِ اللہ کا احاطہ کر سکے۔ اُسے سانپ اور کچھو کچھو کسی حکمت اور مصلحت سے پیدا کیے ہیں اور اُن کے ذریعے بھی وہ اپنے قانون مجازات مکافات ہی کی تکمیل فرما رہا ہے اگر ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئے کہ سانپ کو انسان کے ہلاک کرنے اور کچھو کو انسان کے رُلا دینے کی طاقت کیوں عطا ہوئی یہ ہی فہم کا تصور ہے خدا تعالیٰ پر اس کا کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔

خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شرارتوں کی سزا دہی کے لئے بخت نصر اور رمیوں کو طاقت و قوت عطا فرمائی اور انھوں نے بنی اسرائیل کی خوب ہی خبر لی اور انکو اچھی طرح سزا دی اس کا قرآن مجید سے ذکر فرمایا۔ لیکن بخت نصر اور رمیوں کو یہ طاقت و شوکت کیوں عطا ہوئی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ **وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَٰئِكَ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۗ ط ۝۱۱**

رَبِّي ۚ اسْرَائِيلَ - رُكُوع ۱۱

ارض مقدس کی حکومت بنی اسرائیل کو مل چکی تھی لیکن انھوں نے انتہائی بُردلی و نامردی اور اپنے نبی کے سامنے شوخ چستی کا اظہار کیا اس خطا کی سزا میں چالیس سال کی سرگردانی و پیری کی سزا ملی لیکن یہ نہیں بتایا کہ عمالہ کو کیوں چالیس سال تک اور فرمانبرداروں کا موقع دیا گیا بغداد کی بربادی اور بغدادیوں کے مقتول ہونے کے اس سبب ہم کو مورخین نے اپنی اپنی تحقیق

سمجھ کی موافق بتائے ہیں لیکن ہلاکو خاں کو یہ شوکتِ قوت کس حُسنِ عمل کے نتیجے میں ملی تھی کسی نے نہیں بیان کیا۔ جو شخص اس دُنیا اور اس دُنوی شوکت و سلطنت ہی کو حاصل زندگی قرار دے چکا ہو اور جس کا دارِ آخرت پر ایمان نہ ہو وہ یقیناً اپنے نصبِ ابن کی پستی کے سبب اسی عقدرہ کشائی میں اُلجھ کر رہ جائیگا اور بالآخر اس کو یہی اعلان کرنا پڑے گا کہ بختِ نصر، روزِ گورنر۔ عمالِقہ۔ ہلاکو خاں اپنی چیرہ دستیوں کی دلیل پر خدارسیدہ و برگزیدہ تھے اور موجودہ زمانہ میں ہٹلر و مسولینی اپنی حاصل شدہ طاقت و شوکت کے سبب عننی لوگ ہیں۔

بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے نوعِ انسان کے لئے جو کامل و مکمل ہدایت نامہ بھیجا ہے اس کے ماتحت جو بادشاہت یعنی الہی حکومت قائم ہوگی وہی نوعِ انسان کے درد کا علاج ہو سکتی اور وہی نوعِ انسان کے لئے قیمتی چیز ہو سکتی ہے اور اس کی حالتِ نوعیت وہ ہے جو اسی فصل میں اوپر بیان ہو چکی ہے اور جس کا نمونہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت تھی۔ لیکن یہ بادشاہت و حکومت جس کا تصور عام دماغوں میں ہے یہ تو کوئی قابلِ فخر اور قیمتی چیز نہیں ہے بلکہ انسانیت کے چہرہ پر سیاہ دھبہ ہے جس حکومت میں ایک یا چند انسانوں کو خدائی اختیار ملے اور انسانوں کے لئے انسان ہی مختارِ مطلق بن جائے اور شیطانی حکومت کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے اور مومن اس کے قیام کے لئے کہاں ساعی ہو سکتا ہے۔

## الہی حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟

الہی حکومت کے قائم کرنے کے لئے کسی نئے پروگرام اور لائحہ عمل کے بنانے اور انسانی دماغ کی تہج سے کام لینے کی مطلق ضرورت نہیں ہدایت نامہ الہی یعنی قرآن مجید پر عمل کرنے اور قرآن مجید کی روشنی میں قدم اٹھانے اور سفر شروع کر دینے سے تھوڑی ہی دُور چل کر حکومت و سلطنت کی منزل آجاتی ہے۔ صاف راستہ موجود ہے، روشنی موجود ہے اٹھنے اور کمر باندھ کر چلنے کی دیر ہے۔ لیکن لوگوں کو اپنی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے اور اپنی گردنوں میں پڑے ہوئے پھندوں کے نکالنے اور اٹھ کر آمادہ سفر ہونے کا ہوش ہی کہاں ہے کنوؤں

سے نکل کر دلوں میں کھٹیوں سے نکل کر خندقوں میں گر رہے ہیں اور اندھوں کی لاٹھیاں ہر طرف گھوم رہی ہیں۔

قرآن مجید کی اتباع اور خدا و رسول کی اطاعت کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ انسان شخصی طور پر اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض بجالائے مثلاً عقائد و عبادات و اخلاق میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لے اور سمجھ لے کہ میں سچا پکا مسلمان بن چکا۔ بلکہ قرآن مجید بار بار تاکید فرماتا اور کھول کھول کر سمجھاتا ہے کہ اس حق و ہدایت پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس حق و ہدایت سے باخبر کرنا دونوں کام یکساں طور پر فرض اور ضروری ہیں۔ اور مومن یہ ہی نہیں کہ خود نیک بنتا ہے بلکہ وہ دوسروں کو بھی نیک بنانے میں مصروف رہتا ہے، وہ قرآن مجید کو خوبھی پڑھتا اور اس میں تدبیر کرتا ہے اور اسی طرح دوسرے کو بھی اس نعمت سے متمتع ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

گَنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرٰى جَتَ لِلنَّاسِ  
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ  
الْمُنْكَرِ وَتُوْعَمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران ۱۱۰)

مسلمانو! تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لیے ظہور میں آئی ہے تم نیکی کا حکم دینے والے برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو۔

مسلمانوں کو نہ طاقتور امت کہا نہ دولت مند امت کہا بلکہ بہتر اور پہلی امت کہا اس لیے کہ مسلمان کا کام دنیا میں نیکیوں کی تعلیم دینا اور بدیوں سے روکنا ہے پھر یہ کہ صرف اپنی ہی قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام اقوام کی بہلائی چاہنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یہ معلوم اور ثابت شدہ ہے کہ نیکی اور بدی کا تعین اور ان کا صحیح امتیاز قرآن مجید سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا۔ قرآنی تعلیم عین فطرت انسانی کے موافق و متوازی ہے، قرآن جس کو گناہ اور جرم قرار دیتا ہے دنیا میں کوئی شخص اس کو خوبی ثابت نہیں کر سکتا قرآن مجید جس کو نیکی قرار دیتا ہے دنیا میں کوئی شخص اس کو برائی ثابت نہیں کر سکتا پس جس کے پاس ایسا اچھا اور سچا ہدایت نامہ ہو وہ اس کو کسی کے سامنے لیجا کر ہرگز شرمندہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید اور تعلیمات قرآنی عین فطرت انسانی کی ترجمانی ہے۔ انسان کو اس کی فطرت پر واپس لانا اور اس کی فطرت کے دبے اور چھپے ہوئے تقاضوں کو ابھارنا اور اس کے فراموش کردہ سبق کو یاد دلانا اس قدر دشوار کام نہیں ہے جس قدر اس کی فطرت کے خلاف پر اس کو آمادہ کرنا اور غیر فطری کاموں کا اس کو عادی



بنا دینا مشکل کام ہے جس مشکل کام کو شیطانی ترغیب سے غیر مسلم اور غیر مومن انجام دے سکتے ہیں۔ اُس سے کم مشکل کام کو رحمانی ترغیب کا اثر قبول کر کے مومن و مسلم کیوں انجام نہیں دے سکتے۔ پس جب کہ قرآن مجید پر عمل کرنے یعنی اکیلے خدا ہی کی فرمانبرداری کرنے والی چھوٹی سی جماعت پیدا ہو جائے گی تو وہ لازماً ترقی کرے گی اور اُس کی رفتار ترقی غیر معمولی ہوگی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ربح مسکون کا احاطہ کرے گی جیسا کہ دُنیا دیکھ چکی ہے کہ اسلام کس سرعت کے ساتھ دُنیا پر چھا گیا تھا۔ ہدایت نامہ غیر متغیر اور محفوظ ہے، اُس میں ترمیم و تفسیح کا کوئی امکان نہیں اور اسی کی اطاعت ہر کہہ نہ پر فرض ہے، لہذا اُس کے ماننے والوں اور اُس کے احکام کی تعمیل کرنیوالوں کا متحد و متفق رہنا لازمی ہے اس لیے کہ ایسی جماعت میں گروہ بندی اور جتنے بازی کا کوئی امکان ہی نہیں، قرآن مجید خود اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی اعانت و وکالت کا محتاج نہیں وہ ایسا حق ہے کہ جو اُس سے ٹکراتا ہے اُسکو چور چور کر دیتا ہے اور جو اُس سے تعلق پیدا کرتا ہے اُس کو مضبوط اور پائدار بنا دیتا ہے اور اندر منتشر اجزا کو ملا کر ایک بنا دینے اور پراگندگی کو دور کر کے مضبوط جماعت تیار کرنے کی خاصیت ہے۔ اُس میں کالے گولے، امیر غریب، ضعیف و قوی، بشرقی و مغربی اور ایرانی و ہندوستانی کے لیے کوئی امتیازی سلوک جائز نہیں حقوق سب کے محفوظ، جانیں سب کی محفوظ، مال سب کے محفوظ، عزتیں سب کی محفوظ، پھر جتنے بندی ہو تو کیوں ہو۔ اسلام اور اُس کا قانون کسی مالا یطابق عمل کی تکلیف نہیں دیتا، کسی ناقابل فہم اور خلاف فطرت انسانی عقیدے کے تسلیم کرنے کی فرمائش نہیں کرتا۔ ساری دُنیا اور تمام کائنات کا ایک ہی خالق و مالک ماننا اور اسی واحد و لا شریک کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور اسی طرح نوع انسانی میں وحدت اور الہی سلطنت قائم ہو سکتی اور بل انسانی امن و امان کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکتی ہے۔

مخلاف اس کے شیطان الگ الگ بہتے خداؤں کے ماننے کی ترغیب دیتا اور انسان کو بہتے باطل خداؤں کا پرستار بنانا چاہتا ہے، چنانچہ اُسے بہتے گروہ اور بہتے جتنے قائم کر دیے، سب کے قوانین الگ الگ، سب کے عقائد جدا جدا، سب کے اعمال علیحدہ علیحدہ، سب نے جدا جدا پیشوا بنا رکھے ہیں اور ہر ایک پیشوا اپنے اپنے جتنے کو لیے ہوئے پھر رہا اور دوسروں کو اپنا دشمن

سمجھ رہا ہے، اسی لیے دُنیا میں فساد و ہنگامہ برپا ہے، مسلمان کہلائو والوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا۔ قرآن کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اور انسانی دماغ کے مجوزہ قوانین کے زیرِ عمل آتے ہی مسلمانوں میں تشقت و افتراق اور وہن کمزوری نے راہ پائی اور شیطان کی من مانی مُراد برآئی۔ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کی اور کیا بد نصیبی ہو سکتی ہے کہ وہ آلہی و آسمانی ہدایت کو چھوڑ کر انسانی اور زمینی تدبیروں کے پیچھے اپنے اوقات خراب کر رہے اور بجائے اسکے کہ سچے خدا اور پروردگار برحق سے تعلق پیدا کرتے جھوٹے اور زمینی خداؤں کی طرف جھک گئے اور انھیں کے پیچھے پڑے پھر رہے ہیں وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَا الَّذِي أْتَيْنَاهُ أَيَاتِنَا فَأُتِيَ بِهَا مِنْهَا فَاتَّبَعَ الشَّيْطَانَ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ هُوَ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَا كُنْتُمْ أَخْلَاقًا إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبِعْ هَوَاهُ مِثْلَهُ كَمِثْلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ ذَلِكَ مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا يَا أَيُّهَا تِنَّا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّكُمْ يَتَفَكَّرُونَ ه (الاعراف - رکوع ۲۶)

نسل انسانی امن کی خواہان اور فطرتِ انسانی فساد و عناد سے انکار کرتی ہے ایسی حالت میں اُسکے درد کی سب سے بہتر دوا قرآن مجید ہی پیش کر سکتا ہے، لہذا آج کل کے مسلمانوں کے لیے سوجھ بوجھ اور غور کرنے کا موقع ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کی تعلیم و دعوت کو خود سمجھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سمجھایا یا نہیں یقیناً اسکا جواب نفی میں ہے۔

قرآن مجید کی زبان کا سیکھنا انگریزی زبان کے سیکھنے سے زیادہ مشکل نہیں قرآن مجید کا سمجھنا بی اے۔ اور ایم اے کے کورسوں میں امتحان پاس کرنے سے زیادہ دشوار نہیں وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَكَيْفَ مِنْ مُدَّاكِرِهِ قُرْآنَ مَجِيدٍ كِي صَافٍ اُورْبِ اِعْلَاقِ تَعْلِيمِ كَاذِهِن نَشِينِ كَرِنَا فِلْسَفِ مَنطِقِ نَفْثِكِي مَوْتِ كَا فَيُونِ سِ زِيَادِه مَحْنَتِ طَلَبِ اُور دِمَاغِ سُو زِهِنِينِ جِب كِه قُرْآنِ مَجِيدِ كِي طَرِيقِ سِ مَسْلَمَانُونِ كِي عَقْلَتِ وِبِ پَر وَايِ اِنْتِهَا كُو پُو نَجِي هُوِي هِ اُور اُنْكَ عَرَبِي دَا سَلَامِي مَدَارِ سِ تَك تَعْلِيمِ قُرْآنِي سِ خَالِي هِين تُو اِي سِي غَا فِل اَز قُرْآنِ بَلَكِه دُشْمَنِ قُرْآنِ قَوْمِ اَكْرَجِه دِه مَسْلَمَانِ هِي كِه لَاقِي هُو اِس قَابِلِ كِهَا ل هِي كِه پَا د شَاهَتِ كِي خَوَابِ دِي كِهِي اُور آلِهِي حُكُومَتِ قَائِمِ كَر سَكِي -

آلہی حکومت کے وارث وہی لوگ ہوا کرتے ہیں جو خدا و رسول کے کامل متبع ہوں۔

حکومت ہمیشہ اُن لوگوں کو ملا کرتی ہے جن میں صلاحیت یعنی فرمانبرداری الہی اور صبر و استقامت کی طاقت موجود ہو، اتفاق فی سبیل اللہ اور قہرِ اسم کی جانی و مالی قربانی کا حوصلہ رکھتے ہوں اور رضائے الہی کے سوا اپنے لیے کچھ نہ چاہتے ہوں۔ جو لوگ الہی سلطنت کے وارث ہوتے ہیں اور جن کو خدایتعالیٰ خلافت عطا فرماتا ہے اُنکے صفات قرآن مجید بیان فرمادیے ہیں۔ ان صفات کا پیدا کرنا مسلمانوں کا کام اور سلطنتِ حکومت کا عطا فرمانا خدا کا کام ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ وہ صفات پیدا کر لی جائیں سلطنت ضرور بالضرور مل جائے گی اور خدایتعالیٰ اُسکے ملنے کا سامان خود پیدا کر دیگا:-

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ | اور صاحب ایمان لوگوں کی مدد کرنا ہمیشہ ہم پر (الروم۔ رکوع ۵) لازم ہے۔

ان صفات کے پیدا کیے بغیر حکومت و سلطنت کو اپنی چالاکیوں اور فریبوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا سراسر بیہودگی و حماقت ہے جناب لانا ابوالکلام آزاد نے ایک جگہ مسئلہ زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے کہ:-

اسلام نے اجتماعی زندگی کا ایک پورا نقشہ بنایا تھا جہاں اُسکے چند خانے بگڑے سمجھ لو پورا نقشہ بگڑ گیا چنانچہ اس ایک نظام کے فقدان نے مسلمانوں کی پوری اجتماعی زندگی مختل کر دی ہے۔ لوگ اصلاح کے لیے طرح طرح کے ہنگامے بنا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں انجمنوں اور قومی چندوں کے ذریعے وقت کی مشکلوں اور مصیبتوں کا علاج ڈھونڈنا لیکن حالانکہ مسلمانوں کے لیے اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا طریقہ ڈھونڈھ نکالیں، سوال یہ ہے کہ اپنے گم گشتہ طریقہ کا کھوج لگائیں۔

درازئی شب و بیداری میں ہیں ہمہ نیست

ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست

مسلمانوں نے کوئی خاص اسلامی عمل ہی ترک نہیں کر دیا ہے بلکہ ان کی پوری زندگی غیر اسلامی ہو گئی ہے۔ ان کی فکری حالت غیر اسلامی ہے اُنکی عملی رفتار غیر اسلامی ہے اُن کا عینی زاویہ نگاہ غیر اسلامی ہو گیا ہے وہ اگر اسلامی احکام پر عمل بھی کرنا چاہتے



ہیں تو غیر اسلامی طریقہ سے اور یہ دینی تنزل کی انتہا ہے، "فَمَا لِهَؤُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
لَا يَكَا دُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا"

جس طرح خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثل موسیٰ فرمایا ہے اسی طرح آنحضرت صلعم نے اپنی اُمت کو اُمت موسیٰ (بنی اسرائیل) سے مشابہہ قرار دیا ہے۔ بنی اسرائیل پر جو جو کچھ گزر چکا ہے وہ سب کچھ مسلمانوں کو بھی پیش آنا ہوتا ہے لہذا قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی غلامی و تباہی کے ڈور کرنے اور انکو فرمانروا بنانے کی جو تدبیر بیان کی گئی ہے وہی تدبیر مسلمان بھی آج استعمال کر کے ہندوستان میں اپنی موجودہ غلامی و تباہ حالی کو دور کر سکتے، اور سلطنتِ آلہی کے وارث بن سکتے ہیں۔

وہ تدبیر کیا ہے؟ قرآن مجید فرماتا ہے: - موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدائے تعالیٰ سے مدد مانگو اور

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ

وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ

لِلْمُتَّقِينَ ۝ قَالُوا ۙ وَذِينَا مِنْ قَبْلِ

أَنْ تَأْتِنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْنَا قَالَ

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُفْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ

يَتَخَلَّفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ

تَعْمَلُونَ ۝ (الاعران - ۱۵)

پس معلوم ہوا کہ استعانت باللہ یعنی خدائے تعالیٰ سے مدد مانگنا اور خدائے تعالیٰ کے

سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرنا اور ثابت قدمی سے کام لینا یعنی حق پر قائم رہ کر مشکلات

کے مقابلے میں ہمت نہ ہارنا اور تقویٰ شعاری یعنی برائیوں سے بچنا اور بھلائیوں کو ترک

نہ کرنا خلافت فی الارض کے حصول کی اصولی تدبیر ہیں آج بھی اپنی تدبیر پر عامل ہو کر

مسلمان غلامی سے کشتگاری حاصل کر سکتے اور سلطنت کی وراثت کے حقدار بننے آپ کو

بنا سکتے ہیں۔ اسی اصول کو سورۃ العصر کے ان الفاظ میں بیان فرمایا: "تَوَّابًا صَوَّبًا لِحَقِّ

وَتَوَّاصُوا بِالصَّبْرِ يَعْنِي خسران اور نقصان دزیاں سے محفوظ رہنے والوں کی علاح  
یہ ہے کہ وہ حق یعنی کتابِ الہی کے نہ صرف خود ہی پورے پورے متبع ہوتے ہیں، بلکہ دوسروں  
کو بھی اس کی اتباع کی ترغیب تبلیغ کرتے رہتے اور اس اطاعتِ الہی کی وجہ سے جو  
مشکلات لازماً پیش آتی ہیں اُنکے مقابلے میں صبر و استقامت سے کام لیتے اور اپنے ساتھیوں  
کو بھی ثابت قدمی کی ترغیب و تاکید کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ایک جماعتِ نیک  
رہتے اور اپنی جماعت کے افراد کی طرف سے غافل نہیں رہتے بلکہ ایک دوسرے کو مد  
پہنچاتے اور ہمت بندھاتے رہتے ہیں پھر فرمایا:-

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (بقرہ - ۱۵) | اور صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کرتے رہو۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ  
ان كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران - رکو ع ۱۴) | اور نہ سست بنو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب  
رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو

وَأَنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ  
مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران - ۱۹) | اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک بڑی  
ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا  
وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ  
دآل عمران - رکو ع ۲۰) | اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور مقابلہ میں بڑھ کر  
صبر دکھاؤ اور محافظت کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو  
تاکہ تم کامیاب ہو۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ  
آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ  
المائدہ - رکو ع ۸) | اور جو کوئی اللہ اور رسول کو اور انکو جو ایمان لائے  
دوست بناتا ہے تو یقیناً اللہ کی جماعت ہی  
غالب ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ  
 الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً  
 لِّلْعَالَمِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَعَلِمَ أَن تَكْفُرُوا  
 فَإِن تَوَلَّوْا فَعَلُوا أَذُنًا لَّهُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِن أُدْرِىَ أَقْرَبُ أَمْ يُعْبِدُونَ مَا  
 تَوْعَدُونَ ۝ (الانبیاء - رکوع ۷) (ترجمہ - اور تم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا  
 کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے یقیناً اس میں عبادت کرنیوالے لوگوں کے لیے  
 پیغمبر ہے اور ہم نے تجھے تمام اقوام کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، کہو میری طرف یہ ہی وحی کی  
 ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، پس تم اللہ کے فرمانبردار بننے ہو، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو  
 کہہ دو کہ میں نے تمہیں انصاف کی بات کہہ کر خبردار کر دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ قریبے  
 یا دُور ہے جسکا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے) صلح کے معنی سنورنا اور سنوارنا ہیں۔ صلح وہ شخص  
 جو اپنے آپ کو نیک بنائے اور دوسروں کے بھی نیک بنانے کی قابلیت پیدا کرے۔ اسے مقابلہ  
 میں مفرد وہ جو خود بھی بگڑ جائے اور دوسروں کو بھی بگڑے، معلوم ہوا کہ خدایٰ قانون یہ ہے  
 کہ حکومت الہی کے وارث وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا اعتقاد عمل صحیح اور برحق ہوتا ہے وہ لوگ  
 وارث حکومت الہی نہیں ہو سکتے جو اعتقاد عمل میں برسرِ حق نہ ہوں اور احکام الہیہ کے  
 متبع نہ ہوں۔

اب بڑی آسانی سے ہر شخص سوچ سمجھ سکتا ہے کہ مسلمانوں سے حکومت و سلطنت کیوں  
 چھن گئی اور مسلمانوں کو کس طرح حکومت و سلطنت مل سکتی ہے اور مسلمانوں کو حکومت و سلطنت کے  
 حاصل کرنے کے لیے اب کیا کرنا چاہیے؟

وَالسَّلَامُ

۱۶ مئی ۱۹۳۷ء اکبر شاہ خان  
 پنجاب آباد



## مکتبہ عبرت کی فروختنی کتب میں

**نظام سلطنت** | عہدِ حاضر کی وہ معرکہ آرا تصنیف جسے ناقابل انکار دلیلوں اور تاریخی حقیقتوں سے ثابت کر دیا ہے کہ دُنیا کے تمام حکومتی نظام انسان کو حقیقی امن و راحت اور عدل و مساوات دینے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ صرف اسلام کا نظام سلطنت ہی اب دُنیا میں حقیقی امن و راحت اور خوش مساوات قائم کر سکتا ہے۔ یہ کتاب سیاسی اعتبار سے ذہن دو دلخ میں انقلاب برپا کر رہی ہے اور مسلمانوں کے سامنے ایک نئی شاہراہِ فکر و عمل کھول رہی ہے اور اس کا مطالعہ ہر اس مسلم اور غیر مسلم کے لیے ضروری ہے جو دُنیا میں امن و راحت اور سرِ مبنی کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اس کتاب پر مولانا حسین احمد صاحب شیخ الہند، مولانا کفایت اللہ صاحب، صدرِ جمعیۃ العلماء، ڈاکٹر سر محمد اقبال وغیرہ مشاہیر ہند اور مدینہ منورہ، انقلاب لاہور، زمیندار لاہور، رہبر دکن حیدرآباد، سرگزشت علی گڑھ وغیرہ اخبار اپنے نہایت شاندار ریویو لکھے ہیں اور اس کو ہندوستان کی بہترین تصنیف بتایا ہے، اس کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر نیکیے کئی صاحبوں نے اجازت طلب کی ہے، طباعت و کتابت نہایت نفیس ضخامت سوا تین سو صفحات، کاغذ نہایت اعلیٰ اور قیمت صرف ہائی روپیہ (۱۰) محصول ڈاک اڑھے

**آئینہ حقیقت نما (جلد اول)** | ہر ایک پڑھ لکھا شخص اس بات سے واقف ہو گا کہ غیر مسلم اور غیر ملکی مورخین نے غلط بیانیوں اور چالاکیوں سے کام لیکر اسکولوں اور کالجوں کے لیے ایسی کتابیں ہندوستان کی تاریخ کے متعلق لکھی ہیں جن کو پڑھ کر ہندو اور مسلمان دونوں قوموں میں نفرت و عداوت نے خوب ترقی کی سب سے زیادہ مسلمان فرمانروا کے متعلق جھوٹے افسانے تیار کیے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملک کی فضا مکدر ہو گئی، اس ظلم کو توڑنے اور پاش پاش کرنے کے لیے مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں صاحب مدظلہ نے ۱۹۲۶ء میں یہ کتاب تصنیف کر کے شائع کی، اڈیٹر صاحب زمیندار نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ ”اُر و زبان میں اپنی نوعیت کی سب سے پہلی مستقل تصنیف جس کے مطالعہ سے عام تاریخی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا قطعی طور پر ازالہ ہو جاتا ہے“ قاضی بدر الحسن صاحب جلالی بی اے اڈیٹر اخبار مدینہ نے لکھا ہے کہ ”آئینہ حقیقت نما“ صرف ایک مستند اور صحیح تاریخ ہے بلکہ مغربی مورخوں کی غلط بیانیوں کا ایک آئینہ ہے جس کے اندر انکی زشت صفات ظاہر ہے۔ مولانا خلیل الرحمن صاحب اڈیٹر اخبار خلیل بنجور نے لکھا ہے کہ ”یہ کتاب ہندوستان کے اہم ترین مسئلہ ہندو مسلم منافقت کے اصلی مرض کی تشخیص اور اس کے صحیح علاج یعنی تاریخی غلط فہمیوں کے

ازالہ پر لکھی گئی ہے، قابل مصنف نے ملک کی بہترین خدمت کی ہے۔ "جریدہ امارت پھواری کے ذریعہ  
 اڈیٹرز نے لکھا ہے کہ ہمارے خیال میں اس قدر شرح و بسط کے ساتھ اب تک کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی  
 تھی مصنف نے ملک قوم کی ایک بہت اہم خدمت انجام دی ہے۔" صفی الدولہ حسام الملک نواب  
 علی حسن خان صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے لکھا ہے کہ یہ عزیز الوجود کتاب مذہبی و سیاسی و تاریخی حیثیت  
 سلاطین ہند کی ایک جامع و قابل دید تاریخ ہے اور ہندوستان دونوں کے لیے اسکا مطالعہ از حد ضروری ہے۔  
 قیمت فی جلد ۷۰ محمولہ ڈاک، ۷۰ روپے تھوڑی جلد میں بتی ہیں،

### مقدمہ تاریخ ہند قدیم | یہ کتاب اس قدر زیادہ ضروری اور اہم بنیادی مسائل پر مشتمل ہے اور اس میں

ساری دنیا کی اقوام و ممالک مذاہب و علوم کا خلاصہ لکھا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح چند صفحات  
 میں وہ صحیح معلومات فراہم ہو گئیں جو ہزار ہا کتابوں کے پڑھنے کے بعد بھی انسان کو میسر نہیں آ سکتی تھیں، کتاب  
 میں لیکچر ختم کیے بغیر انسان کو کھانا پینا دو بھر ہو جاتا ہے، اس کتاب کا جس طرح کالج کے ذی علم پر فیسر فائدہ اٹھا سکتے  
 ہیں اسی طرح ایک معمولی طالب علم بھی مستفید ہو سکتا ہے، یہ کتاب درحقیقت تاریخ عالم کی کلید ہے، اس کی  
 ضرورت و عظمت کا صحیح اندازہ . . . . . صرف مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے، اس کتاب

کی نسبت مولانا عبدالرزاق صاحب آجادی نے اپنے اخبار ہند جدید کلکتہ میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے مشابہتی  
 جگہ بہت ہی مفید اور بہت ہی دلچسپ ہیں اور کتاب کو شروع کرنے کے بعد ہم ختم کیے بغیر اسے کسی طرح نہ چھوڑ  
 سکتے۔ آریہ قوم کی تحقیق سے آخر تک جتنی بحثیں ہیں دلچسپ ہونے کے ساتھ محققانہ و عالمانہ ہیں ہر بحث میں  
 بکثرت معلومات جمع کر دیے گئے ہیں اور ہمیں مطلق شک نہیں کہ یہ کتاب تاریخ کے ہر طالب علم کے لیے بہت ہی مفید  
 ثابت ہو سکتی ہے، مولانا نصر اللہ خاں صاحب عزیز سابق چیف اڈیٹر مدینہ نے لکھا ہے کہ اس کام  
 کے لیے وہی مورخ تیار ہو سکتا تھا جو تاریخ نویسی کو اپنے ذوق کی تسکین کے ساتھ خدمت خلق اور حمایت ملت کو  
 دیتا ہو، خدا کا شکر ہے کہ مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے اس خدمت کو خدا کی رضا جو  
 اور وطن کی خدمت کے لیے اختیار کر لیا۔ مولانا محترم کو جس قدر جگر کاوی اور دماغ سوزی کرنی پڑی ہوگی  
 اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے مولانا مورخ ہی نہیں مجاہد بھی ہیں وہ کام کی مشکلات سے نہ گھبرائے اور خدا پر  
 بھروسہ کر کے مصروف کار ہو گئے، یہ کتاب علم تاریخ پر ایک نہایت پر مغز تبصرہ ہے اور جس طرح علامہ ابن  
 خلدون کا مقدمہ تاریخ انکی تاریخ سے زیادہ شاندار ہے اسی طرح ہندوستان کے عہد قدیم کی تاریخ  
 کے علمی اصولوں کے اعتبار سے یہ مقدمہ مہتمم بالشان ہے۔ قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ محمولہ ڈاک، ۷۰

**معیار العلماء** پیشہ درمولویوں اور علماء سود کے گروہ نے اسلام کو بے عزت و رسوا بنانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ ان شکم پرورد اعظموں اور فس پرست پیروں کی گرفت سے عوام کو آزادی دلانے اور علمائے حق کے لیے میدانِ عمل کو صاف بنانے کے لیے یہ کتاب سب سے بہتر سامان ہے مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط چیف ایڈیٹر اخبار الحجیۃ دہلی نے لکھا کہ ”ضرورت تھی کہ عوام کی اسلامی ذہنیت کو بیدار کرنے اور عالم نما جا ملونے مگر ذریعے بچانے کے لیے مسلمانوں کے ہاتھوں میں ایک ایسی کسوٹی ڈیجانی کہ وہ ایک ہی نظر میں تار جائیں اور علمائے حق کو انکی شان کے مطابق جگہ دیں، مولانا اکبر شاہ خاں مستحق تبریک ہیں جنہوں نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے معیار العلماء شائع فرمایا اور مسلمانوں کی ایک ہم ضرورت کو پورا کر دیا۔“ انگریزی اخبار لائٹ لائٹ لاہور نے لکھا کہ ”جو لوگ اسلام کے سچے شیعہ ہیں وہ جب معیار العلماء کی ایک ایک جلد خرید کر پڑھیں گے تو انکو محسوس ہوگا کہ ہم نے اس کتاب کے خریدنے میں اپنے روپے کا بہانہ صحیح استعمال کیا ہے یہ کتاب آجکل کے ریاکار مولویوں کے چہرے سے نقاب اٹھا کر انکی صحیح اور اصلی صورت دکھا دیتی ہے۔“ اخبار ایمان پٹی ضلع لاہور نے لکھا کہ ”یہ کتاب عالم اور غیر عالم سب کے لیے یکساں مفید ہے اس کے علماء کو اپنی کمزوریوں کا علم ہوگا اور عام مسلمانوں کو علماء کے پکھنے کا موقع ملے گا ہم فاضل مصنف کی خدمتیں پر یہ مبارکباد پیش کرتے ہیں مسلمانوں کو اس اہم کتاب کی ضرورت مطالعہ کرنا چاہیے۔“ جناب ڈاکٹر بروکت علی صاحب رئیس سہارنپور نے لکھا ہے کہ ”یہ کتاب مجھ کو بیدار پسند آئی اس کتاب کی اشاعت عوام الناس میں ہونی ضروری ہے تاکہ لوگ علمائے حق اور علمائے سور میں فرق کر سکیں اور بد باطن لوگوں کے چنگل میں پھنس کر اسلام میں دھڑا بندی کرنے سے مامون رہ سکیں میں آپ کی جرات پر مبارکباد دیتا ہوں اور دل روپیہ کا ادنیٰ ہدیہ بھیج رہا ہوں یعنی میری طرف سے آپ چند بزرگوں کو یہ کتاب بھیج کر مشکوریت کا موقع ملے۔“

قیمت: فجلد ایک روپیہ محصول ڈاک ۴

**حجۃ الاسلام** غیر مسلموں اور غیر مسلموں سے بڑھ کر خود مسلمانوں کو تحقیقتِ اسلام سے واقف بنانے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے اور تبلیغِ اسلام کا بہترین طریقہ سکھانے کی سخت ضرورت کا احساس کر کے کتب خانہ میں پہلی مرتبہ شائع کی گئی ۱۹۲۷ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جو فوراً ختم ہو گیا۔ اب یہ کتاب عرصے سے نایاب تھی اور اس کی طلب خواہش میں مسلسل خطوط آ رہے تھے، مکتبہ نے حال ہی میں اس کا تیسرا ایڈیشن چھپوایا ہے، پہلے دونوں ایڈیشنوں کی قیمت ڈیڑھ روپیہ فی جلد تھی لیکن اس تیسرے ایڈیشن کی قیمت ایک روپیہ فی جلد رکھی گئی ہے، تیسرا ایڈیشن مصنف کی نظر ثانی کے بعد چھپوایا گیا ہے اور اپنی افادیت



میں پہلے اڈیشنوں پر فایق ہے، مگر اسکا کاغذ کی قدر رہا ہے اسلئے قیمت کم کر دی گئی ہے اس کتاب کی پہلی ڈاکٹر اقبال نے لکھا ہے کہ اس سے بہتر کتاب شاید ہی لکھی گئی ہو۔ یہ اس زمانے کے لئے نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے لکھا کہ ”اپنے اس وقت اسلام کی بہت ہی بڑی خدمت انجام دی یہ نہایت ہی نافع اور بکار آمد کتاب ہے“ مولانا سید عبدالودود صاحب مرحوم نے لکھا کہ ”ہر مخالف کے مخالف شخص اس کتاب کو ٹھنڈے دل سے پڑھ سکتا ہے اور اس پر اسلام کی حجت پوری ہو سکتی ہے“ ڈاکٹر کچیلو نے لکھا کہ ”اس کتاب کو اسکولوں اور کالجوں کے نوجوان طلباء کے ہاتھ میں دیا جائے تو نہایت ہی عظیم الشان نتائج پیدا ہو سکتے ہیں“ اخبار زر تیندار نے لکھا ہے کہ ”یہ کتاب غیر مسلموں کے ہاتھوں میں بھی پہنچانی چاہیے تاکہ انکے آئینہ دل پر محاسن اسلام کے نقوش مرتسم ہوں اور کم از کم ان میں رواداری اور بے تعصبی کی روح پیدا ہو سکے“ قیمت فی جلد ایک روپیہ محصول ڈاک ۴

**احقاق حق** جس زمانہ میں ہندوستان کے مشہور لیڈر مہاتما گاندھی کی سوانح عمری کا ترجمہ تلاش حق کے نام سے دو جلدوں میں جامعہ ملیہ ملی سے شائع ہوا اور مسلمانوں نے کثرت سے اس سوانح عمری کو مطالعہ کیا تو براہِ محترم مولانا محمد ادریس خاں صاحب کو یہ بات محسوس ہوئی کہ بہت سے ایسے مسلمان جو اپنے مذہب کے ناواقف اور مذہبی جی کی سیاسی عظمت سے مرعوب ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ لہذا ایسے مسلمانوں کو غلطی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے انھوں نے احقاق حق کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر مولانا اکبر شاہ خاں منظر کی خدمت میں پیش کیا اور انھوں نے اس کو پڑھ کر اور اس میں اصلاح و ترمیم بھی فرما کر اسے شائع کرنے کی اجازت دی، مکتبہ عبرت نے اس کو شائع کیا۔ اس رسالہ سے قوم کو بہت فائدہ پہنچا اور گاندھی جی کی بعض کمزوریاں جنکا ظاہر ہونا ضروری تھا لوگوں کی سمجھ میں آگئیں۔ اسی طرح اگر خوب صورت ساٹھ بائوٹریڈروں کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کر دیا جائے تو ملک قوم کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے اور اخلاقی جرات کا کام ہے، مصنف مدوح کی یہ اخلاقی جرات قابل تحسین ہے، انھوں نے گاندھی جی پر کوئی بیجا حملہ ہرگز نہیں کیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس کی خوبی مطالعہ سے ظاہر ہو جاتی ہے یہ ایک منصفانہ اور عالمانہ تنقید ہے اور مسلمانوں کے لئے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے، اس میں گاندھی جی کے مذہبی عقائد و اعمال پر نظر کی گئی ہے، ان کی سیاسی و ملکی کاموں پر نظر نہیں ڈالی گئی۔ بڑی دلچسپ چیز ہے قیمت فی جلد ۵

لا الہ الا اللہ | مسلمانوں میں گور پرستی، پیر پرستی، عجائب پرستی اور اکابر پرستی و سلاط پرستی کی شرک و شریک دخیل پاکر جس طرح قوم کو مسموم و ناکارہ بنا دیا اور مسلمانوں کے قوائے

واعنی کہ حضرت انگبہؓ بطور پر ماؤف کر دیا ہے، کسی سے پویشیدہ نہیں عام مسلمانوں  
 کے عوام کے جاہل طبقوں کی اس خطرناک حالت کی اصلاح کے لیے کچھ نہ کچھ کوشش  
 ضرور ہونی چاہیے تھی۔ حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی  
 کتاب تقویۃ الایمان کا کثیر حصہ مسلمانوں کو مطالعہ کرانا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ لیکن  
 تقویۃ الایمان کی زبان کو بعض لوگ قابل اصلاح بتاتے ہیں۔ نیز اس میں بعض اُن  
 مشرکہ باتوں اور رسوم کا ذکر نہیں ہے جو تقویۃ الایمان کی تصنیف کے بعد ایجاد ہوئیں  
 ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد مولانا اکبر شاہ خاں صاحب مدظلہ نے برادر معظم مولوی  
 محمد ادریس خاں صاحب کو ایک کتاب لکھنے پر نامور کیا۔ انہوں نے یہ کتاب لکھی اور مولانا  
 مدوح نے اس میں اصلاح و ترمیم کی اور مکتبہ عبرت نے اس کو شائع کیا۔ اس کتاب کا انداز  
 بیان نہایت دلچسپ اور طرز استدلال نہایت قوی اور تسکین بخش ہے، مشاہیر علمائے اس  
 کتاب کو اپنی افادیت کے اعتبار سے بے نظیر اور تقویۃ الایمان کا ثنی قرار دیا ہے۔ مشرک کی  
 جڑ کاٹ ڈالنے اور توحید پر قائم کرنے کے لیے نہایت قیمتی چیز اور معمولی اردو خوان کے زیرِ ملاحظہ  
 ہونے کی قابل کتاب ہے۔ قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک ۵۔

**نواب امیر خاں** ہندوستان کے اندر جس زمانے میں انگریز اپنی شہنشاہی قائم کر رہے  
 تھے اور ہندوستان کے روسا، اہل غفلت و تن آسانی کے با دیگرے اپنے آپ کو انگریزوں  
 کی حفاظت و سیادت کے ماتحت لائے تھے صرف ایک نواب امیر خاں ہی تھے جنہوں نے اپنے  
 اس زمانے کے ہندوستان کی سیاسی آہ کو پہچانا اور اس ملک کی آزادی کے لیے موثر کوششیں  
 کیں۔ دکن و مرہٹے لیکر کوہ ہمالہ اور پنجاب دراجو پتانہ دکاٹھیا اور تک قریباً تمام ہندوستان  
 کو اپنا جوا لنگاہ بنایا اور شجاعت و بہادری، رحمدلی، خداترسی، پاس عہد، وفاداری  
 اور عالی ہمتی کے حیرت انگیز نمونے دکھائے اور ہندو مسلم اتفاق کی ضرورت کو محسوس کر کے اپنے عمل  
 سے اپنی مال اندیشی و دُور بینی کا ثبوت پیش کیا اور انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانی شجاعت  
 کی وہ پاک بھٹادی، دُنیا اس بہادر سپہ سالار کی صحیح تصویر سے ناواقف تھی۔ مولانا مدوح نے  
 نواب امیر خاں کی یہ مستند سوانح عمری لکھ کر ملک پر احسان کیا ہے۔ قیمت ۵۔ محصول ڈاک علاوہ  
 حج بیت اللہ ہندوستان میں اب تک بہت سے رسا اور دوزبان میں حج کعبہ کے متعلق شائع  
 ہوئے ہیں جن میں بعض سفر حج کے سفر نامے ہیں بعض اعمال و ارکان حج کی تعلیم پر مشتمل ہیں بعض  
 میں وہ تمام دعائیں جو حج کے ایام میں مختلف مواقع پر پڑھی جاتی ہیں جمع کر دی گئی ہیں۔



لیکن اب تک ایسا کوئی رسالہ شائع نہیں ہوا تھا جو ان لوگوں کو جو حج کی استطاعت رکھتے ہوئے حج کو نہیں جاتے، حج کے لیے آمادہ کر سکے۔ یہ رسالہ حقیقت حج کو ذہن نشین کرنے کے علاوہ حج کے لیے منفرد اور خصوصی چیز ہے اس رسالہ کو ایک مرتبہ مطالعہ کر لینے کے بعد ایسا کوئی شخص جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور جو حج کی استطاعت رکھتا ہے حج کے لیے فوراً مستعد ہو سکے بغیر نہیں رہ سکتا بشرطیکہ ثقافت ازلی آہی گریبان گیر نہ ہوئی ہو۔ جو لوگ حج کی استطاعت نہیں رکھتے، ان کے لیے بھی روحانی غذا کے طور پر اس رسالہ کا مطالعہ خیر و خوبی اور برکت کا موجب ہوگا۔

مسلمانانِ اُندلس اُندلس یعنی ملک ہسپانیہ میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک حکومت کی اور براعظم یورپ کو تہذیب شائستگی سکھائی اور اپنی نہایت عظیم الشان یادگاریں چھوڑیں مسلمانوں کے تشاعیسائیوں نے کیا سلوک کیا اور کس طرح اُندلس سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا، اس جگر خراش دہانہ کتاب کو پڑھ کر مسلمان عبرت حاصل کر سکتے اور اپنے جذبہ عمل کو حرکت میں لاسکتے ہیں جن لوگوں کو اُندلس کی عظیم کتابوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں ہے وہ اس چھوٹے سے رسالہ کو پڑھ کر جو تاریخ اُندلس کا بہترین خلاصہ ہے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ قیمت فی جلد ۳ روپے۔

جنگ انگورہ اس بے نظیر و قابل مطالعہ کتاب میں تیمورا اور بایزید یلدرم کی اس عظیم الشان لڑائی کی مکمل مفصل روئداد ہے جو پورے زمین میں سب سے بڑی لڑائی کہلائی جاتی ہے، سرداران لشکر اور انیس سے ہر ایک کے کارنامے اور جنگ کا نظارہ ایسی خوبی سے پیش کیا گیا ہے کہ انسان پڑھ کر مدہوش ہو جاتا ہے، صرف جنگ کا حال ہی نہیں، بلکہ ایشیائے کوچک اور متصلہ ممالک کا جغرافیہ تیمورا اور اسکے خانہ حالات۔ بایزید یلدرم اور خاندان عثمانیہ کی ابتدائی تاریخ۔ سلاجقہ روم کے حالات مسلمانوں کی خانہ جنگی کے بدنتائج کی طرف بھی خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔ نہایت جامع و تلخ تاریخ ہے اور قیمت بھی ۴ روپے۔

باطل دشمن عیسائی مشرکوں کی دسیہ بازیوں کا جاہل مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے ہندوستان میں لایا گیا۔ انجام دیے ہیں نہیں ایک کتاب تاویل القرآن کا لاکھوں تعداد میں شائع کرنا اس کتاب نے جب نئی آبادی اور مضامین نئی آبادی میں مسلمانوں کے خیالات عقائد کو فاسد کرنا شروع کیا تو مولانا ممدوح نے یہ کتاب لکھی اور اس کے ذریعے اثر کو زائل کرنے کے لیے یہ سال لکھا اور اس کو چھپوا کر شہرِ مضافی میں اس کی قریباً پانچ سو جلدیں مفت تقسیم کیں اور اس کی مذکورہ کتاب کا اثر بالکل زائل ہو گیا۔ بہت سی جلدیں فروخت کے لیے باقی ہیں اس کتاب کا ہر مسلمان گھر میں موجود ہونا ضروری ہے۔ قیمت صرف چار آنہ۔

منبرِ مکتبہ عبرت۔ منتخب آیات و روایات